سلسلہ مصادرِ قوانین اسلامی

احکام وقف

غلام عبدالحق محمد

ادارہ تحقیقات اسلامی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان

سلسلہ مصادر قوانین اسلامی

احکامِ وقف

غلام عبدالحق محمد

ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ، اسلام آباد پاکستان

مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی

نمبر ۱۲۲

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری، ادارہ تحقیقات اسلامی
کوائف فہرست سازی دوران طباعت

محمد، غلام عبدالحق
احکام وقف
(ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۲۲)
کتابیات۔ ص ۱۰۳۔ ۱۰۴
اشاریہ۔ ص ۱۰۵۔ ۱۱۰
۱۔ وقف (فقہ اسلامی) ۲۔ اسلام۔ مجالس وادارے۔ اوقاف
الف۔ عنوان ب۔ سلسلہ

340. 59 dc 21 اشاعت اول ۱۹۹۹ء

ISBN 969 408 196 - 3

طابع و ناشر : ممتاز لیاقت

مطبع : مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

فہرست

مقدمہ

انسان بنیادی طور پر خیر و شر دونوں صلاحیتوں کا حامل ہے۔ اسلامی دینی تعلیمات کے مطابق انسان میں خیر کی صلاحیت کو اولیت حاصل ہے اس لئے انسانی معاشرہ یا انسانی افراد ہمیشہ بھلائی کی طرف مائل رہے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت فرمودہ عقل و شعور کی قوت بھی انسان کو خیر کی طرف راغب کرتی ہے۔ اور خدائے قدوس نے بذریعہ وحی انسان کو جو ھدایات واحکام دیئے ان میں سارا زور اس خیر کو اپنانے، پھیلانے اور شر سے بچنے اور بچانے پر دیا جاتا رہا لہذا ہر دور میں انسان اپنی، خاندان کی یا عام انسانوں کی بھلائی کے لئے سوچتا اور اقدامات کرتا رھا ہے۔

ان امور خیر میں وقف کے ادارے کو نہایت وقیع حیثیت حامل ہے۔ صدر اسلام میں اگر چہ کسی باقاعدہ وقف کا ثبوت نہیں ملتا، مگر اس کا بنیادی تصور اور اس پر عملدر آمد کی امکانی کوششوں کا ضرور پتہ چلتا ہے۔

حضرت محمد ؐ کی بعثت سے قبل ایسی جائیدادوں کا ثبوت ملتا ہے جنہیں ذاتی ملکیت یا ذاتی مفادات کے ساتھ مختص کرنے کی بجائے انھیں عامۃ الناس کے استفادے کے لئے کھلا رکھا گیا۔ مثلاً بئر زمزم ہے کہ اس کو متعلقہ افراد نے اپنے لئے مخصوص نہیں کیا۔ بی بی ہاجرہ نے یا حضرت اسماعیلؑ اور ان کی اولاد نے اس کو ذاتی انفرادی ملکیت نہیں بنایا۔ اسی طرح حرم مکہ، ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو ایسے اداروں کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جو مفاد عامہ کے لئے کھلے رکھے گئے اور کسی کو انکی خرید و فروخت کا اختیار نہیں تھا۔

قدیم تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ افلاطون نے جو اکیڈمی قائم کی تھی اس کے اخراجات کے لئے باقاعدہ زرعی زمین وقف کی تھی اس طرح بطلیموس (ptolemies) نے الیگزنڈرا کے شہر میں اپنی لائبریری عام لوگوں کے لئے وقف کردی تھی۔

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ کار خیر کا تعلق اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال سے نہیں ہوتا بلکہ دراصل دوسروں کی حاجات اور ضرورت کو پورا کرنا کار خیر کہلاتا ہے۔ اس لئے وقف علی النفس اور وقف علی الاولاد کے مسئلے پر فقہا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام محمد کے نزدیک وقف علی النفس کرنا یا جائیداد کی آمدنی کا کوئی حصہ وقف کے ذریعے

تاحیات اپنے لئے مختص کرنا باطل ہے اور یہی فقہائے بصرہ کا مذہب ہے۔(۲) اس لئے کہ تقرب الی اللہ (یعنی ثواب من عنداللہ) اس صورت میں ہو سکتا ہے جب وقف کنندہ موقوفہ جائیداد سے اپنی ملک زائل کر دے مگر جائیداد کی کل آمدنی یا بعض حصہ اپنے لیئے مختص کرنا ملک زائل کرنے سے مانع ہے اس لئے ایسا وقف صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح اگر وقف کنندہ تین دن تک اپنے لئے شرط خیار کا قول کرے توامام محمد کے نزدیک وقف باطل ہو گا کیونکہ وقف میں مالک وقف کنندہ کی مکمل رضا ضروری ہے جبکہ شرط خیار کی وجہ سے مکمل رضا مندی حاصل نہیں ہوتی۔(۳)

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ وقف علی النفس ہر صورت میں جائز ہے چاہے مطلقاً اپنے آپ پر وقف کرے یا یہ کہے کہ میری حیات تک میرے لئے وقف ہو گا اور میرے مرنے کے بعد عام فقراء کے لئے وقف ہو گا۔

اس مسئلے میں امام ابو یوسف کے بنیادی دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ اگرچہ وقف میں دوام ضروری ہے۔ وقف میں ایسی کوئی بات جائز نہیں جو اس وقف کو کسی بھی مرحلے پر منقطع کر دے مگر امام ابو یوسف اس مسئلے میں انتہا پر ابتداء کا اعتبار کرتے ہیں۔

۲۔ وقف علی النفس کی کسی بھی صورت میں تقرب کا معنی معدوم نہیں ہوتا کیونکہ حضرت نبی اکرم ؐ کا فرمان ہے :

نفقةالرجل علی نفسه صدقة (کسی شخص کا اپنے آپ پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔(۴)

۳۔ اگر وقف کنندہ کوئی سرائے بنا دے یا قبرستان کے لئے جگہ وقف کر دے یا کوئی کنواں وقف کر دے اور یہ شرط رکھے کہ وہ خود اس سرائے میں ٹھہر سکے گا اس کنویں سے پانی پیا کرے گا یا اس قبرستان میں اسکو دفن کیا جائیگا تو یہ وقف وقف کنندہ کی شرط کے باوجود بالاتفاق جائز ہے۔ اور وقف علی النفس بھی اس نوعیت کا ہوتا ہے۔(۵)

امام ابو یوسف نے وقف علی النفس کے جواز میں جو کچھ کہا ہے وہی معتمد ہے اسی پر فتویٰ ہے اور احناف میں سے فقہاء بلخ کا یہی قول ہے۔(۶)

شافعی مسلک میں بھی ابو عبداللہ الزبیری اور ابن شریح کے علاوہ فقہاء شافعیہ وقف علی النفس کو جائز قرار نہیں دیتے اس لئے کہ اس سے زوال ملک کی شرط پوری نہیں ہوتی جیسے کوئی شخص اپنی کوئی چیز اپنے آپ کو بیچ نہیں سکتا نہ ہی اپنے آپ کو ہبہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے جو محال ہے اس طرح کوئی شخص اپنی چیز اپنے آپ پر وقف نہیں کر سکتا۔(۷)

شوافع میں سے ابو عبداللہ الزبیری اور ابن شریح ایسے فقہاء ہیں جو وقف علی النفس جائز قرار دیتے ہیں اس بنیاد پر کہ جب کوئی اپنی مملوکہ زمین کو مسجد کے لئے وقف کرتا ہے تو وہ خود بھی مسجد میں نماز ادا کر سکتا ہے اور یہی صورت اُن کے نزدیک وقف علی النفس کی ہوتی ہے۔

دوسری دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے بئر رومہ خرید کر کے وقف کیا تھا تو کہا تھا کہ اس کنویں میں دوسرے مسلمانوں کی طرح میرا بھی ڈول ہو گا۔(۸) تو یہ گویا وقف علی النفس کی ایک شکل تھی اور وقف جائیداد میں اپنے لئے نفع مختص کرنے کی ایک صورت تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنا گھر وقف کر دیا اور اپنی وفات تک اس میں سکونت پذیر رہے۔(۹)

اسی طرح حضرت زبیرؓ بن عوام نے اپنے مکانات وقف کر دیئے تھے اور جب تک عراق کی جانب کوچ نہیں کیا انہیں میں سے ایک مکان میں رہائش پذیر رہے۔(۱۰)

امام الشربینی الخطیب اس مسئلے میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اصح قول کے مطابق وقف الشخص علی نفسہ جائز نہیں ہے کیونکہ کسی شخص کا اپنا مال مملوکہ اپنے آپ کی ملک کرنا متعذر ہے اس لئے کہ یہ تحصیل حاصل ہے جو محال ہے۔(۱۱) مگر جو فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں انکی بنیاد اس دعوی پر ہے کہ وقف کی بنیاد پر کسی چیز کا استحقاق اس استحقاق سے مختلف ہوتا ہے جو ملک کی بنیاد پر حاصل ہو۔(۱۲)

وقف علی النفس کے عدم جواز کو سامنے رکھیں تو کئی صورتیں نظر آتی ہیں پہلی یہ کہ یہ وقف خاص ہے جو دو قسم کا ہوتا ہے۔

ا۔ اول یہ کہ وقف کنندہ اپنی جائیداد کو اپنے آپ پر، پھر فقراء و مساکین پر وقف کرے یعنی یوں کہے" وقفت علی نفسی ثم علی الفقراء والمساکین " اس قسم کا وقف عدم جواز کے قائل فقہاء کے نزدیک وقف علی النفس نہیں بن سکتا تو کیا اسکو وقف علی الفقرا والمساکین کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ نہیں کیونکہ یہ اصل باطل کی فرع ہے جب اصل ہی باطل

ہو گیا تو فرع کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہاں اس قسم کے وقف کو وقف علی الفقراء والمساکین کے طور پر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس قسم کے وقف میں فقراء و مساکین اصل ہو جاتے ہیں انہیں وقف کا اصل قرار دے کر اس وقف کو قبول کیا جاسکتا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس حالت میں فقراء مساکین وقف کنندہ کی زندگی میں اس وقف کے مستحق ہو جائیں گے یا نہیں؟ تو کہا جاتا ہے کہ ظاہر شرط کا اعتبار کرتے ہوئے یہی کہا جائیگا کہ فقراء مساکین وقف کنندہ کی موت کے بعد اس وقف کے مستحق قرار پائیں گے۔

۲۔ وقف خاص کی دوسری قسم یہ ہے کہ وقف کنندہ اپنی جائیداد صرف اپنے آپ پر وقف کرے اور صرف یہ کہے "وقفت علی نفسی" اور یہ قسم کلی طور پر باطل ہے۔

عدم جواز کے قائلین کے نزدیک اس وقف کی دوسری صورت وقف عام ہے اور یہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ پہلی قسم یہ ہے کہ اسکے منافع ہر طرح کے عام لوگوں کے لئے مباح ہوں جیسے مسجد یا کھلا ہوا کنواں ہے۔ اس قسم کے وقف میں وقف کنندہ بھی دیگر لوگوں کی طرح منافع میں شریک ہو گا یعنی دیگر مسلمانوں کی طرح وہ خود بھی مسجد میں نماز ادا کر سکے گا اور اس کنویں سے پانی حاصل کر سکے گا۔ خواہ وقف کنندہ نے اس وقف سے خود اپنے لئے فائدہ حاصل کرنے کی شرط رکھی ہو یا نہ رکھی اور اس کے لئے بطور دلیل حضرت عثمانؓ کا وقف پیش کیا جاتا ہے۔ (۱۳) نیز حضرت نبی اکرمؐ کی حدیث کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ "الناس شرکاء فی ثلاث ..."

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ وقف کے منافع عوام کے لئے نہ ہوں مثلاً علما کے لئے وقف قائم کیا اور خود بھی عالم ہے تو اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ عالم ہونے کے وصف کی وجہ سے وہ خود بھی اس کے وقف منافع میں شریک ہو سکتا ہے یا وقف کنندہ نے فقراء کے لئے وقف قائم کیا اور پھر خود بھی حالات زمانہ کا شکار ہو کر فقیر ہو گیا تو اپنے اس فقر کی وجہ سے وہ خود بھی اپنی وقف کردہ جائیداد کے منافع میں حصہ دار ہو سکتا ہے۔ (۱۴)

اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط رکھی کہ وہ خود چاہے غنی ہو یا فقیر ہر حالت میں اپنی وقف کردہ جائیداد کے منافع میں شریک ہو گا تو امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ خود ان منافع میں حصہ دار نہیں ہو سکتا۔ (۱۵)

حنبلی مسلک کے فقہا بھی وقف علی النفس کے مسئلے میں باہمی اختلاف رائے رکھتے ہیں : اکثر فقہاء حنابلہ کا قول ہے کہ وقف علی النفس صحیح نہیں ہے۔ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی نے فقہاء حنابلہ کی کتب "مطالب اولی النہی شرح غایتہ المنتہی" (۱۷) "الانصاف" (۱۸) "الفصول" اور "الرعایتین" کے حوالے سے یہی لکھا ہے کہ حنبلی فقہا کی اکثریت وقف علی النفس کے جواز کی قائل نہیں ہے۔ یہ فقہا عدم جواز کے لیے اس بات کو بنیاد بناتے ہیں کہ وقف تملیک کا نام ہے۔ یہ تملیک عین شئی کی ہو یا منفعتہ کی ہو اور دونوں طرح کی تملیک وقف علی النفس کی صورت میں صحیح نہیں ہے کیونکہ وقف کنندہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی ہی چیز کا مالک بنائے۔ جیسے کہ کوئی شخص اپنی ہی مملوکہ چیز اپنے آپ کو بیع نہیں سکتا۔ (۱۹)

اگرچہ اکثر فقہا حنابلہ سے عدم جواز کا قول ثابت ہے مگر ابن النجار نے حضرت امام احمد بن حنبل سے وقف علی النفس کے صحیح ہونے کا قول نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قول اظہر ہے اور اسی پر حنبلی مسلک میں عمل کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر الکبیسی نے بھی کتاب "منتہی الارادات" کے حوالے سے اسکو بیان کیا ہے۔

حنبلی فقہا وقف علی النفس کی اس صورت کو مطلقاً غیر صحیح قرار دیتے ہیں جب وقف کنندہ اپنی جائیداد کو صرف اپنے آپ پر وقف کرے ایسی صورت میں وقف منعقد ہی نہیں ہوتا اور جائیداد اپنی قانونی و شرعی حالت میں باقی رہتی ہے اور وقف کنندہ یہ کہے کہ میری فلاں جائیداد مجھ پر وقف ہے اور میرے بعد فقراء پر وقف ہے تو حنبلی مسلک میں یہ وقف منعقد ہو جائیگا اگرچہ وقف کنندہ پر وقف منعقد نہ ہوگا مگر فقراء پر منعقد ہوگا یعنی اسکو وقف علی النفس کی حیثیت میں قبول کیا جائیگا۔ (۲۰)

"المغنی" میں ہے کہ اگر وقف کنندہ کسی پر اپنا مال وقف کرے اور یہ شرط رکھے کہ وہ خود بھی اس میں سے کچھ اپنے آپ پر خرچ کریگا تو امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ وقف صحیح ہے اور یہ شرط بھی صحیح ہے۔ (۲۱) "الشرح الکبیر" میں بھی یہی نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی اپنی تحقیق میں فقہاء حنابلہ کے وقف علی النفس کے بارے میں آراء مختلفہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ فقہاء مذہب حنبلی سے روایت کردہ نقول اور جملہ آراء کے مابین موازنہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ وقف علی النفس کی دو صورتیں ایسی ہیں جو امام احمد بن حنبل کے لئے قابل قبول نہیں ہیں۔

۱۔ پہلی صورت ہے کہ وقف کنندہ مطلقاً اپنے آپ پر اپنی مملوکہ اشیاء کو وقف کردے۔

۲۔ دوسری صورت ہے کہ وقف کنندہ اپنی طرف سے وقف کردہ مال کے منافع مستقل طور پر اپنے لئے مختص کرنے کی شرط عائد کردے۔

یہ دونوں صورتیں امام احمد بن حنبل کے نزدیک ناجائز ہیں۔ فقہاء حنابلہ میں سے شمس الدین المقدسی ایسے وقف یعنی مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں قائم کئے گئے وقف کو جائز قرار دیتے ہیں۔

البتہ مطلقاً وقف علی النفس کی صورت میں یا وقف کنندہ کی طرف سے وقف کے منافع میں سے کچھ اپنے لئے یا اپنے اہل کے لئے شرط کردینے کی صورت میں حنبلی مسلک وقف کو جائز قرار دیتا ہے۔ اس مسئلے میں بطور دلیل یہ حدیث پیش کی گئی ہے کہ :

"ان یاکل منها اهله بالمعروف غیر المنکر" اور حضرت عمر نے بھی جب وقف قائم کیا تو کہا " ولا باس علی و لیها ان یاکل منها او یطعم صدیقا غیر متمول فیه "(۲۲)

حنبلی مسلک کے فقہا نے اپنی اپنی کتب میں وقف علی النفس کے مختلف پہلوؤں پر جو مباحث کی ہیں۔ ان کے پیش نظر مندرجہ ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں :

۱۔ وقف کنندہ اپنے آپ کو وقف کے منافع میں شریک کرنے کی شرط لگادے چاہے تاحیات کی شرط لگائے یا اپنی زندگی میں سے کچھ متعین مدت کی شرط لگائے دونوں حالتوں میں وقف اور شرط صحیح ہے۔

۲۔ وقف کنندہ اپنی طرف سے وقف کردہ جائیداد کے منافع میں خود کو شریک کرلے چاہے منافع کی کچھ مقدار متعین کردے یا مطلقاً منافع میں شریک ہونے کی شرط لگائے دونوں حالتوں میں وقف اور شرط صحیح ہے۔ (۲۳)

۳۔ وقف کنندہ وقف کی آمدنی میں اپنی شرکت کے لئے کوئی مدت متعین کرے اور پھر اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے فوت ہوجائے تو بقیہ مدت کے لئے وقف کے منافع وقف کنندہ کے ورثا کو ملیں گے۔ ایسے جیسے کہ کوئی شخص اپنا مکان اس شرط پر بیچے کہ وہ خود ایک سال تک اس مکان میں سکونت رکھے گا اور پھر ایک سال مکمل ہونے سے پہلے مرجائے تو بقیہ مدت کے لئے اس کے ورثا اس مکان میں سکونت رکھ سکتے ہیں۔ (۴)

۴۔ مندرجہ بالا صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں وقف کنندہ کے لئے اسکی طرف سے

وقف کی گئی جائیداد کے منافع میں شرکت جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس نے جملہ مسلمانوں کے لئے کوئی چیز وقف کی اور خود بحیثیت ایک مسلمان کے اس میں شریک ہو مثلاً مسجد بنائے اور خود بھی اس میں نماز ادا کرے، قبرستان کے لئے اراضی وقف کرے اور خود اس میں دفن کیا جائے۔ کنواں وقف کرے اور خود بھی اس سے پانی لے یہ مسئلہ غیر مختلف فیہ ہے۔(۲۵)

مالکی فقہا وقف علی النفس کے معاملے میں نسبتاً سخت نظریہ رکھتے ہیں۔اس طرح کہ وقف علی النفس کی کسی بھی صورت کو جائز قرار نہیں دیتے خواہ وقف کنندہ اپنے آپ کو مقدم رکھے، درمیان میں رکھے یا آخر میں رکھے اگر وقف کنندہ وقف کی آمدنی اپنے لئے مختص کرے تو بھی مالکی مسلک میں نا جائز ہے اور اسکی بھی جتنی صورتیں بن سکتی ہیں ہر صورت میں وقف نا جائز ہے۔(۲۶)

مالکی فقہا اپنے اس اصول پر سختی سے قائم ہیں کہ اگر وقف میں کہیں بھی انقطاع آجائے شروع میں درمیان میں یا آخر میں تو وقف صرف اسی پر جائز ہوگا۔ جس پر جائز ہو سکتا ہے۔اس وقف کا وہ حصہ باطل ہوگا جو وقف کے اصولی جواز کی شرائط پر پورا نہیں اترتا۔

اثنا عشری مسلک بھی مالکی مسلک کی طرح مطلقاً وقف علی النفس کو نا جائز قرار دیتا ہے۔ اثنا عشری فقہا کے نزدیک وقف کے بنیادی شرائط میں سے ہے کہ وقف کنندہ اپنے آپ کو اپنے وقف سے خارج کردے۔(۲۷)

بعض اثنا عشری فقہا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنے آپ پر اور پھر اپنے غیر پر وقف کرے تو یہ وقف اپنے آپ پر قائم نہ ہوگا البتہ غیر پر قائم ہو جائیگا۔ مگر اسکو ضعیف قول قرار دیا گیا ہے۔(۲۸)

وقف علی النفس کے مسئلہ پر مندرجہ بالا مباحث سے ثابت ہوتا ہے کہ مالکی مسلک اور اثنا عشری مسلک میں سختی پائی جاتی ہے اور عدم جواز کا موقف اختیار کرتے ہوئے کوئی لچک روا نہیں رکھی گئی۔ بقیہ تینوں مسالک میں لچک موجود ہے اور فتوی وقف علی النفس کے جواز میں دیا گیا ہے۔

جہاں تک وقف کے کار خیر ہونے کا تعلق ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی شریعت میں نفس کے حقوق بھی متعین کئے گئے ہیں اور ان حقوق کی ادائیگی بھی شریعت کا لازمی حصہ ہے اور کار خیر ہے اسکو ذاتی مفاد سمجھ کر مسترد کرنا شرعاً بھی مناسب نہیں ہے نہ ہی اسکو خلاف عقل قرار دیا جاسکتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ تحصیل حاصل ہے کیونکہ وقف کنندہ تو پہلے ہی اپنی جائیداد کا مالک ہوتا

ہے اور اس کے منافع پر اسکا پورا حق ہوتا ہے تو پھر وقف علی النفس کی صورت میں کونسی نئی بات کی جاتی ہے ؟اور جائیداد موقوفہ میں کیا قانونی تبدیلی رونما ہوتی ہے ؟ تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ تحصیل حاصل نہیں ہے۔اس لئے کہ وقف کنندہ جب اپنی جائیداد کو اپنے آپ پر وقف کرتا ہے تو بنیادی قانونی تبدیلی یہ رونما ہوتی ہے کہ وقف قائم ہونے کے بعد وقف کنندہ جائیداد موقوفہ کا مالک نہیں رہتا بلکہ وہ جائیداد اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے اسکا قانونی اثر یہ ہوتا ہے کہ وقف کنندہ وقف علی النفس کی صورت میں بھی جائیداد موقوفہ کو بیچ نہیں سکتا نہ ہی ہبہ کر سکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس جائیداد کی ملکیت وراثتہً بھی کسی کو منتقل نہیں ہو سکتی اور یہی وقف کی بنیاد ہے۔

ایک شخص سمجھتا ہے کہ اس کے ورثا اس کی ملکیتی جائیداد کو غلط مصرف میں لائیں گے یا اسکو برباد کر دیں گے لہذا وہ چاہتا ہے کہ اسکی ملکیتی جائیداد اس کے مرنے کے بعد محفوظ رہے ہلاکت کا شکار نہ ہو تو ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ وصیت کر دے کہ اسکے مرنے کے بعد اسکی ملکیتی جائیداد وقف ہوگی اس صورت میں نقص یہ ہے کہ وصیت صرف ایک تہائی مال میں نافذ کی جا سکتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ جن ورثا کے حالات دیکھ کر سمجھتا ہے کہ وہ اس جائیداد کو برباد کر دیں گے ان ورثا پر اعتبار بھی نہیں کر سکتا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد اسکی وصیت پر عمل کریں گے لہذا وہ شخص وقف علی النفس کی راہ اختیار کرتا ہے اور اپنی زندگی میں وقف علی الغیر بھی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ خود اپنی زندگی میں اس جائیداد کی آمدنی پر گزارا کرتا ہے اگر وہ اپنی زندگی میں وقف علی الغیر کر دے تو خود کہاں سے کھائے اسکی ضروریات زندگی کا کیا بنے گا یہ سوچ کر وہ اس کو بہتر سمجھتا ہے کہ وقف علی النفس کا راستہ اپنائے۔

وقف کے باب میں اشیاء منقولہ کا مسئلہ بھی قابل غور ہے۔احناف شرط تابید پر سختی کے ساتھ کاربند ہوتے ہوئے اشیاء منقولہ کے وقف کو جائز قرار دینے کے حق میں نہیں ہیں۔اگر اشیاء منقولہ کسی جائیداد غیر منقولہ کا لازمی حصہ ہوں اور وہ جائیداد غیر منقولہ وقف کر دی جائے تو اس سے متصل اشیاء بھی تبعاً وقف قرار دی جا سکتی ہیں مثلاً زمین پر تعمیر کردہ عمارت یا درخت ہیں جیسے کہ زمین کی بیع میں اس پر قائم عمارت یا درخت شامل ہوتے ہیں۔(۲۹)

اگر وقف کرتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو تو وہ پھل وقف میں داخل نہ ہوں گے بشرطیکہ وقف کنندہ اپنے الفاظ میں انہیں بھی داخل کر دے پھر بھی بعض فقہاء احناف پھلوں کو وقف میں

داخل کرنا صحیح نہیں سمجھتے تاہم مستحسن ہے کہ ان پھلوں کو نذر کے طور پر صدقہ کر دیا جائے۔

اگر اشیاء منقولہ جائیداد غیر منقولہ کے ساتھ لازمی اتصال نہیں رکھتے تو جن چیزوں کے بارے میں نص شرعی موجود ہے وہ چیزیں جداگانہ طور پر وقف کی جاسکتی ہیں۔ (۳۰)

مالکی فقہا اشیاء منقولہ کا وقف جائز سمجھتے ہیں۔ شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک اگرچہ وقف میں تابید (ہمیشہ رہنا) بنیادی قاعدہ ہے پھر بھی وہ اشیاء منقولہ کا وقف جائز قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک تابید کا مطلب یہ ہے کہ وقف کنندہ یہ طے کرے کہ جائیداد موقوفہ جب تک رہے گی وقف ہوگی تو جو چیز جتنا عرصہ قائم رہے وہی عرصہ اس کے لئے عرصہ تابید ہے۔ (۳۱)

ابن قدامہ وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس چیز سے صرف اس صورت میں نفع لیا جاسکتا ہو کہ وہ چیز تلف کی جائے مثلاً طعام ہے کہ جب تک اس کو کھایا نہ جائے اس کا فائدہ نہیں ہے یعنی اس کے تلف کرنے میں نفع ہے کہ اس کو کھالیا جائے اور وہ ختم ہو جائے تو ایسی چیز کا وقف جائز نہیں مگر جو چیز باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع لیا جاسکتا ہو چاہے اس کا باقی رکھنا تھوڑی مدت کے لئے ہو مثلاً دودھ کے جانور ہیں کہ انہیں کچھ عرصہ تک باقی رکھتے ہوئے ان سے دودھ لیا جاسکتا ہے تو ایسی چیزوں کا وقف جائز ہے (۳۲)

اور یہ وقف بھی ازروئے استحسان جائز قرار دیا گیا ہے نہ ازروئے قیاس کیونکہ قیاس کا تقاضا ہے کہ ایسا وقف صحیح نہ ہو اور وجہ استحسان وہ آثار مشہورہ ہیں جو صحیحین میں روایت کی گئی ہیں۔

حضرت خالدؓ نے اپنی زمین اور گھوڑے فی سبیل اللہ وقف کر دیئے تھے نیز حضرت طلحہؓ نے زرہیں اور گھوڑے وقف کیئے۔ اونٹ بھی اس حکم میں شامل ہیں اور اس طرح سامان حرب بھی شامل ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ کلہاڑی، دیگچے، دینی کتب، اور جنازے میں کام آنے والی اشیاء بھی وقف کی جاسکتی ہیں۔ امام ابو یوسف ان اشیاء کو وقف میں شامل کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ عام تعامل کی وجہ سے قیاس ترک کیا جاسکتا ہے اور چونکہ عام تعامل یہی ہے کہ یہ چیزیں وقف کی جاتی ہیں اس لئے قیاس کو ترک کرتے ہوئے ان چیزوں کا وقف جائز ہوگا۔ (۳۴) اسکے لئے مندرجہ ذیل حدیث کو سند قرار دیا جاتا ہے: "مارآہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن" نیز یہ قاعدہ کلیہ ہے:
"ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص" (۳۵)۔

اشیاء منقولہ کے وقف پر بات کرتے ہوئے لازماً سکوں کا معاملہ ذہن میں آتا ہے۔ امام محمد کے نزدیک دراہم اور دنانیز کا وقف جائز ہے۔ بلاد روم میں اس پر تعامل ہے البتہ ابن ہمام درہم، دینار اور ماکولات ومشروبات کا وقف ناجائز قرار دیتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک چونکہ ایک مدت معینہ کے لئے وقف جائز ہے اس لئے ان کے مسلک میں ہر قسم کی اشیاء منقولہ کا وقف جائز ہے البتہ کسی چیز کی تزئین کے لئے رقم مختص کر کے وہ رقم وقف کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں نفع نہیں ہے۔ فقہاء حنابلہ سکے (درہم ودینار) کا وقف شرط تابید کے خلاف گردانتے ہوئے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

جن فقہاء نے بھی سکوں (درہم ودینار) کا وقف ناجائز قرار دیا ہے اس کے لئے وجہ شرط تابید کو بنایا گیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ تابید کی تعبیر وتشریح میں اختلاف ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ آجکل رقم کو فکسڈ ڈیپازٹ کرایا جاسکتا ہے کہ اصل سرمایہ محفوظ رہے اور نفع لیا جاسکے یا مضاربہ میں صرف کیا جاسکتا ہے کہ اصل سرمایہ محفوظ رہے اور اسکے منافع سے استفادہ کیا جاسکے لہذا آج کے دور میں کرنسی (رقم) کو وقف کر دینا متفقہ طور پر جائز ہونا چاہیے۔

چونکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک ہی میں مسلمانوں نے اوقاف قائم کرنا شروع کر دئے تھے اس لئے وقف کے متعلق بنیادی معلومات کتب حدیث میں ملتی ہیں اور شارحین حدیث نے ان حدیثوں پر علمی اضافے قلمبند کئے ہیں۔

بعد کے زمانہ میں جب اسلامی فقہ کی تدوین شروع ہوئی تو فقہا نے اپنی اپنی تصانیف میں وقف ،وقوف یا حبس کے عنوان سے ابواب شامل کئے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا۔ علوم وفنون میں تخصیص نے راہ پانا شروع کی جس کی وجہ سے مختلف عناوین پر مکمل کتب دیکھنے میں آئیں۔

وقف کا ادارہ اپنے ابتدائی دور میں انتہائی سادہ اور محدود تھا مگر مرور زمانہ کے ساتھ یہ ادارہ پھیلتا چلا گیا۔ اس میں وسعت پیدا ہوئی دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف مزاج رکھنے والے لوگوں نے اپنے اپنے حالات اور ضرورتوں کے مطابق اوقاف قائم کئے مختلف ممالک میں حالات مختلف تھے رسوم و رواجات کا اختلاف تھا لوگوں کے مزاج اور سوچ میں تنوع تھا لہذا مختلف اوقاف مختلف مقاصد اور قواعد کے تحت قائم ہوئے۔ کسی نے اپنے ہی خاندان کے لئے اپنی جائیداد وقف کر دی۔ کسی نے خاص شہر یا علاقے والوں کے لئے وقف قائم کیا کسی نے کسی خاص محدود مقصد اور ضرورت کے واسطے اور کسی نے مخصوص افراد اور گروہ انسانی کے لئے وقف کی بنیاد ڈالی۔ ان حالات وواقعات کے پیش نظر وقف کے احکام وضع

کیئے جانے لگے۔ فقہا کی اختلافی آراء نے احکام وقف کو بذات خود ایک علم اور فن بنادیا۔ آج ایک طرف وقف کے احکام کی تفصیلات حدیث اور فقہ کی کتب میں بکھری ہوئی ھیں تو دوسری طرف اہل علم نے انہیں یکجا کر کے ایک کتاب میں سمونے کی کوششیں بھی کی ہیں جو کتب میری نظر سے گذری ہیں ان میں مندرجہ ذیل کتب نہایت مفید ہیں :

۱۔ ڈاکٹر محمد عبید عبداللہ الکبیسی المدرس بجامعہ بغداد،

"احکام الوقف فی الشریعته الاسلامیته"۔(الجزاء الاول و الجزء الثانی)مطبعته الارشاد، بغداد، ۱۹۷۷ء۔

اس کتاب کے مولف نے جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعۃ والقانون سے فقہ میں ماسٹر ڈگری لینے کے بعد احکام وقف کو ڈاکٹر یٹ کا موضوع بنایا۔ جس کے نتیجے میں یہ کتاب وجود میں آئی۔ اس کتاب میں چاروں سنی مسالک کے علاوہ اہل تشیع کے جعفری اور زیدی مسلک کی کتب سے اخذ کردہ مسائل و احکام بیان کئے گئے ہیں۔

مولف نے کثیر تعداد میں کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور مندرجہ ذیل تین کتب کا ذکر کیا ہے جو خاص وقف کے موضوع پر لکھی گئیں ہیں۔

۱۔ ہلال الرائی کی کتاب الوقف

۲۔ خصاف کی احکام الوقف

۳۔ مناوی کی تیسیر الوقف علی غوامض احکام الوقف

وقف کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید اور جامع ہے۔

۲۔ امام ہلال بن یحیی بن مسلم البصری الرائی۔

کتاب احکام الوقف،

دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۵۵ھ

ہلال بن یحیی حنفی مسلک کے جلیل القدر فقہاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام زفر کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی کتاب احکام الوقف ٹائپ کئے ہوئے ۳۴۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ النعمان کے مسلک کے مطابق وقف کے کلی اور جزئی مسائل کافی شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ انداز بیان سوال و

جواب کا ہے۔ قلت کہہ کر سوال کیا گیا ہے اور قال کہہ کر جواب دیا گیا ہے مثلاً :

قلت.لو قال ارضی هذه صدقه موقوفة سنته وسنته لا.

قال . نعم الوقف باطل لا يجوز لانه قد شرط ابطالها.

۳۔ عبدالوہاب خلاف ،احکام الوقف

مصر ۱۹۴۸ء

یہ کتاب مسلک حنفی کے مطابق لکھی گئی ہے۔ ٹائپ کے ۲۷۰ صفحات اصل کتاب کے ہیں اور ۱۶ صفحات مصری حکومت کی طرف سے منظور شدہ احکام وقف کے قانون نمبر ۴۸ ۔۱۹۴۶ء پر مشتمل ہیں جن کے مطابق مصری عدالتوں میں فیصلے کیے جاتے رہے۔ اس کتاب کے مصنف عبدالوہاب خلاف جامعہ فواد الاول کے کلیہ الحقوق میں الشریعۃ الاسلامیۃ کے استاد تھے۔

M.A. Qureshi

Gian publising House,

New Delhi,1990.

مندرجہ بالا کتاب انگریزی زبان میں ہے۔ اس کتاب میں وقف سے متعلق کئی بنیادی مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔ مگر دراصل یہ کتاب ہندوستان (بھارت) میں واقع اوقاف اور ان کے مسائل سے متعلق ہے اور سرکاری سطح پر اوقاف کے بارے میں جو قانون سازی کی گئی ہے اس کی تاریخ اور خود مسودہ ہائے قانون کے کئی پہلوؤں پر اچھی علمی بحث کی گئی ہے۔

Gregory C. Kozlosusk

Cambridge University Press 1985

مندرجہ بالا کتاب میں وقف کے چیدہ مسائل کے ساتھ ہندوستان پر برطانوی حکومت کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات، قانونی فیصلے قانونی ترمیمات جمع کیے گئے ہیں جن سے برطانوی حکومت کے طرز فکر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ بھی وقف کے موضوع پر متعدد کتابیں اور وقیع تحقیقی مقالات چھپ چکے ہیں۔ زیر مطالعہ کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ وقف کے موضوع پر اب تک جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس کو اختصار کے ساتھ اردو زبان میں پیش کیا جائے ۔

William A.ortron, "Endowments and foundations,
New Yark 1962.

۲۔ شمس الدین سرخسی، المبسوط، ۱۲: ۴۱، بیروت ۱۹۷۸ء۔

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً

۵۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعہ الاسلامیہ، ۱: ۴۳۳، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۶۔ ایضاً

۷۔ محمد عبید الکبیسی، احکام اوقف فی الشیر یعته الاسلامیه، ۱: ۴۳۷، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۸۔ المذہب ۱: ۴۴۱ مطبع عیسی البابی مصر، ت ن

۹۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیہ، ۱: ۴۳۷، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۱۰۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیہ، ۱: ۴۳۱، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۱۱۔ امام الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج ۲: ۳۸۰، مصر ۱۹۵۸ء

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ محمد عبید الکبیسی احکام الوقف فی الشریعته الاسلامیه، ۱: ۴۴۱، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۱۵۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعته الاسلامیه، ۱: ۴۴۲، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۱۶۔ الشیخ مصطفیٰ السیوطی، مطالب اولی النھی، ۴: ۲۸۴، دمشق۔ ت ن

۱۷۔ علاء الدین المرداوی، الانصاف، ۷: ۱۷، قاہرہ ۱۹۵۷ء۔

۱۸۔ الشیخ مصطفیٰ السیوطی، مطالب النھی، ۴: ۴۵۸، دمشق ت۔ ن

۱۹۔ محمد عبید الکبیسی، احما م الو قف فی الشریعته الاسلامیه ۱: ۴۴۳ بغداد ۱۹۷۷ء۔

۲۰۔ عبداللہ بن قدامہ المقدسی، المغنی ، ۵:۵۵۱، الطبعتہ الثالثہ، مصر ۱۳۶۷ھ۔

۲۱۔ ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعتہ الاسلامیہ، ۱:۲۴۵، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۲۲۔ عبداللہ بن قدامہ المقدسی، المغنی ،۵:۵۵۱، الطبعتہ الثالثہ ، مصر ۱۳۶۷ھ

۲۳۔ ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعتہ الاسلامیہ، ۱:۲۴۵، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۲۴۔ شیخ مصطفیٰ الیسوطی، مطالب النہی ، ۴:۲۸۷، منشورات المکتب الاسلامی ، دمشق ۔ت ن

۲۵۔ عبداللہ ابن قدامہ المقدسی، المغنی، ۵ :۵۵۱، مصر ۱۳۶۷ھ۔

۲۶۔ ڈاکٹر محمد الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعتہ الاسمیہ، ۱ : ۲۴۷، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۲۷۔ یحییٰ بن سعید الحلی، شرائع الاسلام : ۱۵۴، طہران ۱۳۷۷ھ

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ فتح القدیر۔

۳۰۔ ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعتہ الاسمیہ ، ۱ : ۳۷۸، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۳۱۔ محمد شربینی الخطیب، مغنی المحتاج، ۲ : ۳۸۸، مصر ۱۹۵۸ء

۳۲۔ ڈاکٹر محمد الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعتہ الاسلامیہ، ۱ : ۳۸۳، بغداد ۱۹۷۷ء۔

(بحوالہ ابن قدامہ، المغنی، ۵ : ۵۸۲، الطبعتہ الثالثہ، مصر ۱۳۶۷ھ)

۳۳۔ برہان الدین مرغینانی الھدایہ، ۲ : ۶۰۳، سعید کمپنی کراچی۔ت ن

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعتہ الاسلامیہ، ۱ :۳۷۱، بغداد ۱۹۷۷ء۔

۳۶۔ ابن عابدین، ردالمحتار، ۳ : ۴۱۸ میمنیہ مصر۔ت ن

باب اوّل

احادیث نبویہ ﷺ

۱۔عن ابن عمرؓ قال اصاب عمرؓ بخیبرَ ارضاً فا تی النبیؐ فقَالَ اَصبتُ ارضاً لم اُصِب مالاً قطّ اَنفسَ منه فکیف تأمُرُنی بهِ قال اِن شئتَ حَبستَ اَصلَها و تَصدّقتَ بِها فتصدق عمر انّه لا یباع اصلها ولا یُوهَبُ و لا یُورثُ فی الفقرآء والقربیٰ والرقاب وفی سبیل اللّٰه والضیف و ابن السَّبیل لا جُناح علی من ولیها ان یأکل منها بالمعروف او یطعِمَ صدیقاً غیرَ متمولٍ فیه۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں کچھ اراضی ملی وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے کہ مجھے ایسے زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر مجھے کوئی مال نہیں ملا تو آپ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا اگر تو چاہے تو اسکا اصل روک لے اور اسے صدقہ کردے تو حضرت عمرؓ نے اس کو صدقہ کردیا ان شرائط کے ساتھ کہ اس کا اصل بھی نہ بیچا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ میراث بنایا جائے گا۔ یہ صدقہ فقراء، اقربا، غلاموں، مجاہدوں مہمان اور مسافر کے لئے ہے۔ اس کے ولی پر گناہ نہیں اگر معروف طریقے پر اس میں سے کھائے یا دوست کو کھلائے مگر دولت جمع نہ کرے۔

۲۔حدثنا انس بن مالک قال لَما قدِمَ رسول اللّٰهؐ المدینته اَمرَ بالمسجد فقال یا بنی النجار ثا منونی حائطکم هذا فقالو لا واللّٰه لا نَطلُبُ ثمنه الاّ الی اللّٰه عزّ و جلّ۔(صحیح البخاری)

ترجمہ۔

حضرت انس بن مالکؓ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ جب رسول اللہؐ مدینہ میں تشریف لائے تو مسجد کا حکم فرمایا اور کہا اے بو نجار تم اپنا باغ مجھے قیمتاً دے دو تو انہوں نے عرض کی نہیں خدائے پاک

کی قسم ہم اس کی قیمت نہ لیں گے البتہ وہ باغ اللہ عزوجل کی رضا کے لئے دیتے ہیں۔

۳۔عن ابن عمر ان عمرو جد مالاً بخیبر فاتی النبیﷺ فا خبره فقال ان شئت تصدقت بها نتصدق بها فی الفقراء والمساکین و ذوی القربی والضیف۔

صحیح البخاری، ۱۔۳۸۹(کتاب الوصایا)

ترجمہ۔حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں کچھ مال ملا تو وہ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بات کی تو آپؐ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو اس کو صدقہ کردے تو انہوں نے وہ مال فقراء مساکین، رشتہ داران اور مہمان کے لئے صدقہ کردیا۔

۴۔ عن ابن عمر ان عمرؓ حمل علی فرسٍ له فی سبیل الله اعطاها رسول اللهﷺ لیحمل علیها فحمل علیها رجلا فأُخبرَ عمر انه قد و قفها یبیعهافسأل رسول اللّٰہ ان یبتا عها فقال لا تبتعها ولا ترجعن فی صدقتک۔(صحیح البخاری)

ترجمہ۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑا جہاد کے لئے دیا تا کہ رسول اللہؐ کسی مجاھد کو سواری کے لئے عطا فرمائیں پھر انہیں خبر ملی کہ جس کو وہ گھوڑا ملا تھا وہ اس کو بیچ رہا ہے حضرت عمرؓ نے حضرت رسول خداﷺ سے وہ گھوڑا خریدنے کی اجازت طلب کی فرمایا اس کو نہ خریدو اور اپنا صدقہ واپس مت لو۔

۵۔ عن ابی هر یرهؓ ان رسول اللّٰہ قال لاتقتسم ورثتی دینارأولادرهماً ماترکت بعدنفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة
(صحیح بخاری، ا۔۸۹)

ترجمہ۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا میرے ورثا میرا چھوڑا ہوا روپیہ پیسہ تقسیم نہ کریں بلکہ میری ازواج اور اھتمام کرنے والے کا خرچہ نکالنے کے بعد وہ صدقہ ہے۔

۲۔اوقف انس داراً فکان اذاقدمها نزلها و تصدق الذبیر بدُورہٖ و قال للمردودة من بناته ان تسکن غیرمضرًّ ة ولا مُضَرًّ بهافان استغنت بزوج فلیس لهاحق و جعل ابن عمر نصیبه' من دارعمر سکنی لزوی الحاجة من آل عبداللّٰه۔ وقال عمرؓ فی وقفهٖ لا جناح علی من ولیه ان یا کل و قدیلیه الواقف و عیرہ"فهو واسع لکل۔ صحیح البخاری،۱۔۳۸۹

ترجمہ۔

حضرت انسؓ نے ایک گھر وقف کر دیا جب آپ وہاں آتے تو اسی گھر میں قیام کرتے۔ حضرت زبیرؓ نے اپنے گھر وقف کر دئے تھے اور اپنی طلاق یافتہ بیٹی سے کہا کہ وہاں رہے اسکو نقصان نہ دے نہ تجھے نقصان دیا جائے اور خاوندوالی کا اس میں حق نہ ہوتا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کے گھر میں اپنی حاجت منداولاد کو رہنے کا حق دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی موقف کردہ جائیداد کے بارے میں فرمایا کہ اس جائیداد کے ولی کو اس میں سے کھانے کا حق حاصل ہے اور کبھی خود واقف ولی ہوتا ہے اور کبھی کوئی اور وہ سب کے لئے کھلا ہے۔

***

باب دوم، تاریخ وقف

وقف قبل اسلام

معنی کے اعتبار سے زمانہ قبل اسلام میں وقف کا تصور موجود تھا اگرچہ ظاہری طور پر اس کو وقف کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قدیم زمانے میں عبادت گاہیں قائم تھیں جو کسی فرد واحد کی ذاتی ملکیت نہ ہوتی تھیں اور اس طرح گویا وقف کا تصور اور اس پر عمل موجود تھا۔

قدیم زمانوں میں اور اقوام عالم میں دیگر معابد کے ساتھ خود مسجد کا وقف بھی صاف نظر آتا ہے مثلاً مکہ مکرمہ میں "بیت حرام" اور ملک شام میں "مسجد اقصیٰ" کا وجود اہیا م ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔

ان سارے مقامات مقدسہ کے منافع اور ان کا حق استعمال کسی خاص فرد کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ عامتہ الناس اس میں شریک تھے لہذا یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ وقف کا تصور اور اس پر خارجی عمل کسی نہ کسی صورت میں اور کسی نہ کسی نام سے موجود رہا ہے۔

جیسا کہ نظام اسلام کے کئی شعبے ایسے ہیں جو حضرت محمد مصطفےٰ کے مبارک زمانے سے وجود میں نہیں آئے بلکہ پہلے سے انکا وجود ملتا ہے مثلاً بیع، اجارہ، اور نکاح وغیرہ جیسے عقود پہلے زمانے سے چلے آرہے تھے البتہ اسلام نے نہیں فروغ دیا انہیں نئی جہت وصورت عطا کی انہیں نظم و نسق دیا اور ان میں حق وباطل کا امتیاز پیدا کر کے انہیں دائرہ حق میں منحصر کیا اور وہ نئی ارتقائی منازل کی طرف بڑھنے لگے۔

محمد ابوزہرہ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسلام نے وقف کو ایک مکمل ادارہ بنا کر اس میں وسعت پیدا کر دی ہے اور وقف صرف معابد اور مساجد تک محدود نہیں بلکہ اس میں وقف علی الفقراء، بھی شامل ہو گیا ہے اور غلام آزاد کرانے کے لئے بھی وقف قائم کیا جاتا ہے قرض حسنہ کے لئے بھی وقف قائم ہوتا ہے۔

اور اب صورت حال یہ ہے کہ وقف صرف عبادت تقرب الی اللہ تک محدود نہیں ہے بلکہ

اہل و اقارب، اولاد اور ذریت کے لئے بھی وقف قائم ہوتا ہے اور یہ سوال بحث طلب ہے کہ زمانہ قبل اسلام میں بھی ان سارے مقاصد کو وقف شامل ہوتا تھا یا نہیں؟

مصری قانون کی تاریخ پر لکھی گئی بعض کتابوں میں اس بات کی طرف اشارات ملتے ہیں کہ مصر کے قدیم قانون میں خاندان پر وقف کا تصور موجود تھا یہ عقد ھبہ کی صورت ہوا کرتی تھی کہ کوئی شخص اپنے بڑے بیٹے کے نام اپنی جائیداد ھبہ کرتا اور اسے حکم کرتا کہ وہ اس جائیداد کی آمدنی بھائیوں پر خرچ کرے اور اس جائیداد میں اس کے اصل وجود کے اعتبار سے کوئی تصرف کرنا ممنوع ہوتا تھا۔

دہشور کے فرامین میں بھی یہ بات درج تھی کہ ایسی اراضی جن پر تصرف کرنا ممنوع کر دیا گیا ہو ان کے منافع انہی لوگوں کے لئے ہوں گے جو ان کا استحقاق رکھتے ہوں۔(۱)

کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے مصری قدیم قانون اور دہشورہ کے فرامین میں جو بات اس سلسلے میں بتلائی گئی ہے وہ وقف اسلامی کی حقیقت سے دو باتوں میں مختلف ہے۔

۱۔ یہ کہ یہ عقد ہبہ ہے وقف نہیں ہے کیونکہ یہ مقید تملیک ہے جبکہ وقف در حقیقت بندوں میں سے کسی ایک کی ملکیت نہیں ہوتا اس لحاظ سے ہبہ اور وقف کے درمیان فرق ظاہر ہے

۲۔ دوسری بات یہ کہ مال موقوف اپنے اصل (عین) کے اعتبار سے اللہ جل شانہٗ کے ملک کا حکم رکھتا ہے جبکہ ہبہ کردہ مال اپنے اصل (عین) کے اعتبار سے "موہوب لہ" کی ملکیت میں ہوتا ہے اگر چہ صرف منافع میں تصرف کر سکنے کی قید سے مقید ہوتا ہے۔

ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قدیم قانون میں اس عقد کو اگرچہ ہبہ کہا گیا ہے مگر اپنی قیود و شرائط کی وجہ سے وقف ہی ہے اور فقہ اسلامی میں مقاصد اور معانی کو معتبر گردانا جاتا ہے نہ کہ ظاہری الفاظ اور ظاہری کیفیات کو۔

جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے تو مال موقوف کا اصل (عین) معاملات وقف کے متولی کی ملکیت میں ہوتا ہے اور اس بارے فقہائے اسلام کی آراء مختلف ہیں۔

فقہائے احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرھما کہتے ہیں کہ مال موقوف کا عین اللہ تعالیٰ کے ملک کا حکم رکھتا ہے۔

فقہائے مالکیہ کہتے ہیں اس کی ملکیت وقف کنندہ کے حق میں باقی رہتی ہے اور فقہائے احناف

میں سے امام ابن ہمام نے بھی فتح القدیر میں اس رائے کی تائید کی ہے۔

فقہائے حنابلہ کا نظریہ ہے کہ مال ہو تو اسکا عین ان معین لوگوں کی ملکیت میں ہوتا ہے جن پر مال وقف کیا جاتا ہے۔ اور جو کچھ قدیم مصری قانون میں تھا وہ حنبلی نظریے کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اس میں معاملات وقف کے متولی کو مالک قرار دیا گیا ہے۔(۲)

امام شافعیؒ عہد جاہلیت میں کسی وقف کا وجود تسلیم نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت میں کسی گھر یا زمین کا وقف (حبس) ثابت نہیں ہے (۳)۔

قرآن مجید میں بحیرہ، سائبہ، وصیلۃ اور حام کا ذکر ملتا ہے کہ اہل عرب ان کو ذاتی ملکیت سے آزاد کر دیتے تھے اور وہ ایک مشترکہ ملکیت رکھنے والا مال سمجھے جاتے تھے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور نبی اکرم ﷺ نے مشرکوں کی شرائط کو باطل قرار دیا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ مشرکوں کی شرائط باطل قرار دی گئیں مگر اصل بات یہ ہے کہ اہل جاہلیت میں وقف کا کوئی نہ کوئی جائز یا ناجائز تصور اور اس پر عمل ضرور موجود تھا۔ امام شافعیؒ نے عہد جاہلیت میں کسی گھر یا زمین کے وقف ہونے کا انکار کیا ہے۔(۴)

حالانکہ دارالندوہ کی حیثیت ایک مشترکہ مفادات میں استعمال کئے جانے والے مکانات کی تھی یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے وقف کو جو شکل اور حیثیت دی ہے ان مکانات کی وہ شکل اور حیثیت نہ تھی مگر کسی چیز کا ذاتی ملکیت میں نہ ہونا اور اس کا مشترکہ مفادات کے لیے ہونا وقف کے بنیادی تصور کی عکاسی کرتا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی امام شافعیؒ کے قول پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :

احباس (اوقاف) ۰

اقوام قبل اسلام میں جانی پہچانی جاتی تھیں اور بعد میں بھی غیر مسلموں کے ہاں اوقاف کافی معروف ہیں اقوام عالم میں ادیان اور معتقدات کے اختلاف کی وجہ سے ایسے مال تعرفات کی کئی اقسام متصارف ہیں۔

اسلام سے قبل اور بعد میں مختلف قوموں کے اپنے اپنے عبادت خانے ہیں جہاں اپنے دین کے مطابق عبادات سرانجام دی جاتی ہیں۔ ایسے معابد آج بھی موجود ہیں اور زمانہ قبل اسلام میں بھی

موجود تھے۔ تاریخ میں جب سے انسان کا وجود ملتا ہے عبادت خانوں کا وجود بھی نظر آتا ہے اگرچہ وہ معابد اسلامی نظام کے مطابق کلی طور پر وقف نہ قرار دئے جا سکیں تاہم ان میں وقف کی حقیقت اور مفہوم ضرور پایا جاتا ہے خود کعبہ شریف کی مثال روشن ہے یہ وہ قدیم گھر ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا اور صدیوں سے یہ عبادت گاہ قائم ہے۔

یہ اور بات ہے کہ زمانہ قبول اسلام میں محض تفاخر کے لئے بہت سی چیزیں وقف (حبس) کی جاتی تھیں اور اسلام نے صرف اللہ کی رضا اور قربت کے لئے وقف کو جائز رکھا ہے یقیناً امام شافعیؒ کا مقصد بھی یہی ہے کہ رضائے الٰہی اور قربت ایزدی جیسے نیک اور اعلیٰ مقاصد کے لئے عہد جاہلیت میں وقف نہیں ہوتا تھا مگر عہد جاہلیت میں مطلق وقف کا انکار ممکن نہیں ہے۔(۵)

ڈاکٹر جواد علی کا کہنا ہے کہ عہد جاہلیت میں جو معابد بنائے جاتے تھے ان کے ساتھ بڑے بڑے قطعات اراضی ملحق کئے جاتے تھے جنہیں (حمی) کہا جاتا تھا کیونکہ وہ بتوں اور پجاریوں کی حمایت میں مختص کئے جاتے تھے۔ ایسے قطعات اراضی کے خلاف کسی زیادتی کا ارتکاب نہ کیا جاتا تھا نہ تو وہاں سے درخت کاٹے جاتے تھے نہ ہی ان زمینوں میں اپنے جانور چراتے تھے اور ان اراضی میں کسی جانور کا شکار کرنا بھی ممنوع قرار دیا جاتا تھا۔(۶)

'طائف' میں ایک حمی موجود تھی جس کو (حمی الات) کہا جاتا تھا جو مشرکوں کے بت لات کے ساتھ مخصوص تھی۔ اس طرح "جرش" (۷) میں حمی کا وجود ملتا ہے بلکہ پوری وادی مکہ کو "رب البیت" کے لئے حمی سمجھا جاتا تھا اور "قصی" سے قبل اس وادی سے درخت کاٹنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ قصی وہ پہلا شخص تھا جس نے وہاں سے درخت کاٹے اور اپنے ساتھ دیگر قریش کے لیے رہنے والوں کے مکانات بنائے۔

اگرچہ (نیلوس) Nilus کی تحقیق ہے کہ عربوں میں معابد کے گرد چار دیواری کھڑی کرنے کا رواج نہ تھا بلکہ وہ اس حرم کی حدود کا تعین اور اظہار کرنے کے لئے پتھر نصب کر دیتے تھے جو حرم معبد کی حد اور علامت تسلیم کئے جاتے تھے مگر صارب کے حرم اور اہل یمن کے اکثر معابد کے چاروں طرف بڑی مضبوط اور بلند دیواریں قائم کی گئی تھیں۔ داخل ہونے کے لئے دروازے ہوتے تھے جو کھولے جاتے تھے اور بند کئے جاتے تھے۔ انہی میں سے معبد (ذوالشری) Dushare تھا جو شہر

بطرا میں واقع تھا اور کعبہ سنداد اور کعبہ بخران تھا۔

کہا جاتا ہے کہ قریش نے اپنے بت عزّیٰ کے لئے وادی حراض غمیر کے بالمقابل ایک گھر بنایا اور ایک گھاٹی اس کے لئے مختص کر دی جسکو سقام کہتے تھے۔ تقریباً تمام معابد میں ایسے سٹور بنائے جاتے تھے جہاں پجاری اور نذر ماننے والے اپنے ھدیے لا کر ڈالتے تھے۔ مورخین کہتے کہ بیت للہ کے اندر دائیں طرف "جُب" تھا جسکو بیت اللہ کا خزانہ سمجھا جاتا تھا اور اس میں ھدیے رکھے جاتے تھے۔ اس "جب" کے اوپر عمرو بن لحی نے اپنا بت ھُبل نصب کیا تھا قریش اس کی عبادت کرتے تھے۔ اہل لغت "جب" کو کنواں بتلاتے ہیں۔

ارزقی کہتا ہے کہ یہ جب یعنی کنواں کعبہ کے اندر تھا داخل ہونے والے شخص کے دائیں طرف پڑتا تھا اس کی گہرائی تین فٹ تھی عرب اس کو "اخشف" کہا کرتے تھے۔(۸)

ان معابد کے ساتھ ذبیح خانے بھی ہوتے تھے جنہیں مذبح، نصب، مصب، غبغب، اور مذبحۃ کہا جاتا تھا۔

ان معابد کے ساتھ آتش خانے بھی ہوتے تھے جہاں آگ سلگائی جاتی تھی اور خوشبودار لکڑیاں جلائی جاتی تھیں اس آگ سے ایک چنگاری نے کعبہ کے غلاف کو پکڑ لیا تھا اور کعبہ کو آگ لگ گئی تھی۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے اسٹورز ہوتے تھے جہاں اوقاف کی آمدنی اور غلات ذخیرہ کیا جاتے تھے۔
ان میں تلواریں اور کپڑے بھی ہوا کرتے اور ان کی حفاظت کے لئے چوکیدار متعین کئے جاتے تھے۔ ان پر ناظمین اور متولی مقرر ہوئے تھے۔ اگر مرد متولی (ساون) ہوتا تو اس کو (وشو) کہا جاتا تھا اور اگر کوئی عورت ہوتی تو اس کو (رشوۃ)(۹) کہا جاتا تھا۔

نبوجرھم کے عہد میں بھی کعبہ کے اندر کنواں بنایا گیا تو جو خزانہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اس میں کعبہ کے لئے لائی گئی نذرونیاز محفوظ کر لی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک چور اس کنویں میں داخل ہوا تاکہ خزانے میں سے کچھ چوری کرے تو اس کے اوپر ایک پتھر گر گیا جس کی وجہ سے وہ چور اس کنویں میں قید ہو کر رہ گیا۔ پھر لوگوں نے اس کو نکالا۔ پھر اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک سانپ بھیجا جس کی پشت سیاہ اور پیٹ سفید تھا وہ سانپ ۵۰۰ سال تک وہاں قیام پذیر رہا۔(۱۰)

عراق

عہد بابلی میں عراقیوں کے ہاں مختلف ایسے مالی تصرفات کا پتہ چلتا ہے جو وقف کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک طرح کے حق انتفاع قدیم زمانے کے اھل عراق میں متعارف تھا وہ اس طرح کہ بادشاہ اپنے بعض ملازمین کو اپنی بعض اراضی سے انتفاع کا حق دیتا تھا یعنی ان اراضی کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی تھی بلکہ صرف ان سے نفع اٹھایا جاسکتا تھا اور قانون میں اس بات کی گنجائش بھی رکھی گئی تھی کہ یہ حق انتفاع بذریعہ وراثت ان ملازمین کے ورثا کو منتقل کر دیا جائے البتہ اس پر چند شرائط لاگو ہوتی تھیں۔(۱۱)

مصر

قدیم مصری تاریخ شاھد ہے کہ رمسیس ثانی نے "ابیدوس" نامی معبد کے لئے وسیع املاک وقف کی تھیں۔ مصر میں "خاندانی وقف" متعارف تھا جس کے ذریعے لوگ اپنی جائیداد خاندان یا اولاد کے لئے وقف کرتے تھے اور ان میں سے کسی کو اصل جائیداد میں ایسا حق تصرف نہ ہوتا تھا کہ اس جائیداد کی ملکیت اس تصرف کی وجہ سے کسی غیر کو منتقل ہو جائے۔ مصریوں کے ہاں تولیتِ وقف کا نظام بھی معروف تھا اور یہ بات بطور شرط وقف کے کر دی جاتی تھی کہ وقف جائیداد کا متولی. ہر طبقہ اولاد میں بڑا بیٹا ہوگا اور عقد وقف کی دستاویزات میں صراحت کے ساتھ درج کر دیا جاتا تھا کہ کسی کے لئے اصل مال موقوف میں (عین) تصرف کرنا جائز نہ ہوگا۔(۱۲)

رومانیہ

رومانیہ میں کنیسہ یعنی عبادت خانوں کے لئے موسسات (Foundations) کا باقاعدہ نظام قائم تھا۔ اس کے علاوہ خیراتی ادارے بنائے جاتے تھے جو معذوروں اور مسکینوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ کاہنوں کے قیام و طعام فلاح و بہبود کے لئے نذریں اور ھدیے مخصوص کئے جاتے تھے نہ

تو انہیں بیچا جا سکتا تھا اور نہ ہی انہیں بطور رھن رکھا جا سکتا تھا۔ اور از روئے قانون کوئی ان کی ذاتی ملکیت کا حقدار نہ ہوتا تھا بلکہ وہ ساری چیزیں حقوق اللہ میں اور اللہ کی ملکیت میں سمجھی جاتی تھیں۔

محمد عبید کبیسی نے "مدونته جستینان" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ساری مقدس ، دینی اور محترم اشیاء کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتیں کیونکہ جو شئے اللہ کے لئے ہو جائے تو پھر کوئی انسان کسطرح اس کا مالک بن سکتا ہے! (۱۳)

اگر کسی زمین پر مقدس عمارت قائم ہو اور پھر وہ عمارت منہدم ہو جائے تب بھی وہ زمین مقدس رہتی ہے یعنی اس زمین کا تقدس متقاضی ہوتا ہے کہ وہ بھی کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہ ہو! (۱۴)

(یہ رومانی فقیہہ بابجیاں کا نظریہ ہے)

اگر کوئی شخص زمین کا کوئی ٹکڑا اپنی ملکیت بنا دے اور یہ شرط رکھے کہ میت کی تدفین ہو گی اور اسکو اپنی مستقل ملکیت میں رکھے تو جائز ہے مگر اس صورت میں کہ وہ اس قطعہ زمیں کو مشترکہ ملکیت قرار دے تو شرکاء میں سے کوئی ایک شریک دوسرے شریک کی رضامندی کے بغیر اس جگہ پر دفن نہیں کیا جا سکتا۔

اس کی ایک تیسری صورت یہ ہے کہ ایک زمین عام قبرستان کے طور پر وقف کر دی جائے تو اس میں کسی کو دفن کرنے کیلئے کسی اور شریک کی اجازت ضروری نہیں ہے (۱۵)

ان حالات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قدیم رومی نظام میں خیراتی وقف کا نظام متعارف تھا جسکی بنیاد اصل (عین) مال کو روکنے (حبس) پر تھی کہ وہ مال کسی شخص واحد کی ملکیت نہ ہو اور اس کا نفع نیکی اور خیر کی راہوں میں سے کسی کے لئے مختص کر دیا جائے۔

اس نظام میں کسی معین خاندان کیلئے وقف کرنے کی گنجائش بھی تھی خواہ محدود مدت کیلئے ہو یا اتنی مدت کے لئے کہ جتنی مدت تک وہ خاندان باقی رہے۔ اور کبھی یہ وقف پورے خاندان کے لئے ہوتا تھا اور کبھی خاندان کے بعض افراد کے لئے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وقف اولاً مردوں کے لئے اور بعد میں عورتوں کے لئے الغرض اس کے لئے مختلف طریقے رائج تھے۔

اور اس میں اصول یہی تھا کہ مال موقوف نہ بیچا جائے گا نہ ھبہ کیا جائے گا نہ عین مال کا وراثتی انتقال ہو گا۔ اس کے مستحقین صرف منفعتہ کے مستحقین ہوں گے اور یہ تقریباً اسلامی "وقف اھلی" کی

طرح ہے۔(۱۶)

"وقف کے بارے میں " "Encyclpedia of social Sciences" کا

مقالہ نگار " William A. Orton" زیر عنوان

"Endowments and Foundations"

لکھتا ہے کہ :

وقف کنندہ کی طرف سے طے کردہ کسی جاری رہنے والے مقصد کے لئے سرمایہ وقف کرنا تقریباً ہر اس سوسائٹی میں موجود ہے جہاں ضروری اداراتی اور قانونی استحکام پایا جاتا ہو۔ اس پر اعتراض یا اس کے انکار کی بڑی مشکل سے کوئی اکا دکا مثال ملے گی۔

قدیم زمانے میں وقف قائم کرنے کے سلسلے میں افلاطون کی مثال دی جاسکتی ہے جس نے اپنی اکیڈمی کے لئے ایک پیداواری زمین وقف کی تھی۔ اس طرح الیگزینڈرا میں بطلیموس (Potole-mies نے اپنی لائبری وقف کردی تھی۔

قرونِ وسطیٰ میں مذہبی اوقاف اور دیگر ادارے باقاعدہ طور پر عوامی خدمات سرانجام دینے کے لئے عمدہ ذرائع کے طور پر استعمال ہوتے تھے مثلاً سڑکوں کی مرمت، تعلیمی اداروں کی دیکھ بھال یتیم خانوں اور ہسپتالوں کا قیام انہی اوقاف پر منحصر تھا۔

اگرچہ پہلے ان معاملات کے لئے کوئی جماعتی نظام نہ تھا مگر قرون وسطیٰ کے اواخر میں اوقاف کے لئے خود مختار منظم ادارے قائم کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ ہنری ہشتم کے عہد میں یہ ادارے انگلستان کی ایک تہائی یا نصف عوامی دولت پر مشتمل سمجھے جاتے تھے۔

۱۸۸۹ء میں ۳۱۵ یونیورسٹیاں اور کالج امریکہ میں وقف آمدنی کے تحت قائم تھے جن کے کل فنڈز ۴۷،۰۰۰،۰۰۰ پر مشتمل تھے۔ یعنی ہر ایک تعلیمی ادارے کا حصہ =/۲۳۴،۹۲۶ تھا۔ ۱۸۹۹ء میں یہ ادارے بڑھ کر ۶۸۸ ہوگئے اور ۱۹۲۹ء میں ۱۰۷۶ ہوگئے نیز فنڈز بڑھ کر =/۱۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ اتک ہوگئے جو بعد میں بڑھتے ہی رہے۔(۱۷)

International Encyclopedia of the Social Sciences کا مقالہ نگار "Foundation" کے عنوان سے وقف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وقف عوامی مقاصد

کے لئے خرچ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مقالہ نگار مزید لکھتا ہے کہ : یہ اپنے وسیع مفہوم کے لحاظ سے فراعنہ مصر کی طرح مذہبی مقاصد کے لئے قائم کردہ دائمی اداروں کو بھی شامل ہے، گریک اور رومن اوقاف کو بھی شامل ہے اور ٹوڈر انگلستان اور اس کے بعد قائم کئے جانے والے خیراتی اوقاف کو بھی شامل ہے۔

افلاطون نے اپنی موت 347-BC سے قبل ایک اسکول قائم کیا جو ۹ سو سال تک خدمات سرانجام دیتا رہا اور ۵۲۹ م میں عیسائی حکمران جستینان (Justinian) نے اسکو بدل کر اسے بت پرستی کی تعلیم کا مرکز بنادیا۔

وقف یعنی ہمیشہ کے لئے جائیداد روکے رکھنا شروع میں رومی قانون کا نظریہ تھا۔ قدیم حطی (تہذیب 1200-Bc میں بھی وقف کا پتہ چلتا ہے۔

سلطنت روما کے عیسائی عہد کی پہلی دو صدیوں میں ضرور تمندوں کی مدد کے ادارے بنے جو بلدیات (Municipalties) کے ساتھ وابستہ ہوئے تھے لیکن آہستہ آہستہ نجی ادارے عام ہونے لگے۔ کانسٹنٹائین (Constantine) کے خصوصی قوانین کے تحت کلیساؤں کو یہ حیثیت دی گئی۔

ہنری ہشتم کے بعد انگلستان میں راھب خانے (Monastevies) کو غیر مذہبی خیراتی اداروں میں تبدیل کیا گیا۔ ۱۶۰۱ م میں ملکہ ایلزبتھ اوّل کے زمانے میں اس کے لئے خاص قانون منظور کیا گیا جس کو خیراتی مفادات کا ضابطہ (Statutes of Charitable Uses) کہا گیا۔ (۱۸)

مسلمانوں کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

وقف چونکہ بنیادی طور پر عام بھلائی کا منصوبہ ہوتا ہے اس لئے آغاز اسلام ہی سے مسلمانوں نے اس پر عملدرآمد شروع کردیا تھا۔ وقف کی مکمل تاریخ بیان کرنا اور مسلمانوں کی طرف سے قائم کردہ اوقاف کی مکمل تفصیل یکجا کر کے پیش کرنا نہایت مشکل ہے لھذا مسلمانوں کی طرف سے قائم کردہ چند اوقاف بطور مثال درج کیئے جارہے ہیں

حضرت رسول خدا ﷺ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف

استاذ مصطفیٰ الزرقاء لکھتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے جو دینی وقف قائم کیا گیا وہ

"مسجد قبا" ہے جسکو حضرت نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمایا جب آپ مدینہ کی ہجرت کرتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے قبا میں تشریف لائے تھے اور آپ بنو عمرو بن عوف کے شیخ حضرت کلثوم بن ھدم کے مہمان تھے۔

دوسرا اوقف "مسجد نبوی" ہے جسکو دارالہجرت مدینہ طیبہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے ۱ھ میں بنایا۔(۱۹) استاذ الزرقاء امام ابوبکر الخصاف کے حوالے سے مزید فرماتے ہیں کہ ایک مخیریق نامی یہودی جو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دوستی اور محبت رکھتا تھا اور مسلمانوں کی طرف سے جہاد میں بھی شریک ہوا غزوۂ احد میں قتل کر دیا گیا اس نے وصیت کی تھی کہ اگر میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال حضرت محمدؐ کے اختیار میں ہوں گے آپ انہیں جسطرح چاہیں خرچ کریں۔

مسور بن رفاعہ روایت کرتے ہیں کہ مخیریق ہجرت مدینہ کے بعد بتیسویں مہینے میں یعنی ۲ھ میں قتل کئے گئے انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر میں مارا جاؤں تو میرے تمام اموال حضرت رسول خداؐ کے حوالے کر دیں وہ جس طرح چاہیں انہیں صرف فرمائیں۔ ان کی وصیت کے مطابق حضرت نبی اکرمؐ نے اُن کے اموال پر قبضہ لیا اور انہیں صدقہ یعنی وقف عام قرار دیدیا۔

یہی حدیث حضرت عبداللہ ابن کعب بن مالکؓ نے بھی روایت کی ہے کہ محمد بن بشیر بن حمید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عہد خلافت میں "خناصرہ"(۲) کے مقام پر فرمایا کہ میں نے مدینہ میں سنا جب کہ اس دن صحابہ مہاجرین وانصار کے بزرگ کثیر تعداد میں موجود تھے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جو سات حوائط یعنی باغات وقف فرمائے تھے وہ اسی مخیریق کے اموال میں سے تھے۔(۲۰)

مخیریق غزوہ احد میں مارا گیا حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مخیریق یہود کا بہتر آدمی تھا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ جب میں مدینہ کا والی تھا تو میں نے ان باغات کی کھجور کھائی اور ان جیسی پاکیزہ خوشبودار اور لذیز میٹھی کھجور میں نہیں دیکھی۔

مسور بن رفاعہ ابن کعب القرظی سے روایت کرتے ہیں کہ ان سات باغوں کے نام مندرجہ ذیل تھے:

(۱) الاعواف (۲) الصافیہ (۳) الدلال (۴) المثیب (۵) برقۃ (۶) حسنٰی (۷) مشربۃ ام ابراہیم

حضرت عمر بن الخطابؓ راوی ہیں کہ حضرت رسول خداؐ کے تین باغات تھے۔ باغ فدک مسافروں کے لئے وقف تھا اور خیبر کو آپ نے تین حصوں میں تقسیم فرمایا تھا دو حصے عام مسلمانوں کے لئے وقف تھے اور تیسرا حصہ اہل بیت نبیؐ کے اخراجات کے لئے تھا اگر آپ کے اہل بیت کی ضروریات سے کچھ بچ رہتا تو آپ اس کو فقراء مہاجرین پر خرچ فرماتے تھے۔

ڈاکٹر عبید الکبیسی صحیح بخاری، سنن کبری (بیہقی) سنن نسائی اور سنن دار قطنی کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول ﷺ نے اپنے وصال کے وقت اپنا سواری کا جانور البیضا، اپنا اسلحہ اور زمین چھوڑی یہ سب چیزیں صدقہ (وقف) تھیں اور یہ حدیث عمرو بن الحارث بن المصطلق سے روایت کی گئی ہے۔ (۲۱)

ڈاکٹر کبیسی نے "نصب الرایۃ" کے حوالے سے ابن طاؤس کی اپنے باپ سے روایت کردہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ: ابن طاؤس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حجر المدری نے بتلایا کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے صدقہ (وقف) قائم کیا تھا جس کی آمدنی میں سے عام معروف طریقے کے مطابق ان کے گھر والے کھایا کرتے تھے۔ (۲۲) حاشیہ میں ڈاکٹر کبیسی لکھتے ہیں کہ حجر المدری الیمنی ثقہ تابعی ہیں اور خیار تابعین میں انکا شمار ہوتا ہے ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں درج کیا ہے۔

وقف اسلامی پر لکھی گئی تمام کتب میں حضرت رسول خدا ﷺ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول ﷺ اور آپ کے مشہور صحابہ کرام کی طرف سے قائم کردہ اوقاف عام طور پر معروف ہیں لہذا ان کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے قائم کردہ وقف

مکہ مکرمہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک وسیع مکان تھا جس میں ان کی اولاد اور نسل در نسل لوگ قیام کرتے رہے اور اس کی وراثتی تقسیم نہیں کی گئی یا تو اس کو وقف علی الاولاد کر دیا گیا تھا اس لئے اس کی وراثتی تقسیم نہیں کی گئی یا ویسے ہی چھوڑ دیا گیا چونکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ویسے چھوڑا تھا۔ اس لیے اس لیے ان کی اولاد اور نسل در نسل نے بھی اسے عام استعمال کے لئے رہنے دیا۔ (۲۳)

حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت فاروق اعظمؓ کو خیبر میں زمین ملی تھی انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ مجھے خیبر میں ایسا مال ملا ہے کہ اس سے بہتر مال مجھے کبھی نہیں ملا آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟

یہ سن کر حضرت رسول خداؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اصل مال کو روک کر اس کے منافع صدقہ کردے تو حضرت عمرؓ نے اس کو صدقہ کر دیا کہ نہ بیچا جائیگا نہ ہی ھبہ کیا جائے گا اور نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا آپ نے اس کو فقراء، مساکین، مسافر، غلام، مہمان، اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے صدقہ (وقف) کر دیا اور طے فرمایا کہ عام بھلے قاعدہ کے مطابق اس کا ولی اس میں سے کھا سکتا ہے اور اپنے غیر مالدار دوست کو بھی اس میں سے کھلا سکتا ہے۔

انہوں نے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت سیدہ حفصہؓ کو اس کے معاملے میں ناظمہ بنانے کی وصیت فرمائی اور ان کے بعد آلِ عمرؓ میں سے کسی کو ولی بنانے کی وصیت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ آلِ خالد بن سعید کو اس میں سے ہدیہ دیا کرتے تھے اور جب مکہ میں آتے تھے تو انہی کے یہاں قیام فرماتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ ان کے والد حضرت عمرؓ کے پاس ایک بہترین کھجوروں کا باغ تھا جس کا نام ثمغ تھا جس کو انہوں نے حضرت رسول خداؐ کی اجازت سے صدقہ (وقف) کر دیا تھا کہ اس کا اصل نہ تو بیچا جائے گا نہ ھبہ کیا جائے گا اور نہ ہی وراثت میں کسی کو دیا جائے گا۔

جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے عہد خلافت میں صدقہ (وقف) قائم کیا اور مہاجرین وانصار صحابہ کی بڑی تعداد کو بلا کر اس پر گواہ بنایا۔ اس کی خبر بہت مشہور ہو گئی اور مہاجرین وانصار میں سے جس کے پاس مال تھا سب نے ابدی صدقہ (وقف) قائم کیا نہ تو کبھی اس کو خریدا جائے گا نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا اور نہ ہی ھبہ کیا جائے گا۔ (۲۴)

سالم بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یارسول اللہ میرے پاس مال ہے میں اس کو کس طرح صدقہ (وقف) کروں تو حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا سائل کے لئے، محروم، مہمان، قرابت داروں، مساکین، مسافر، اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے

والوں کے لئے وقف ہے۔

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے وقف قائم کیا اور وقف نامہ لکھا تو میں نے وہ وقف نامہ ان کے ہاتھ میں دیکھا تھا اور حضرت عمرؓ ہر سال اس وقف جائیداد کی آمدنی تقسیم فرمایا کرتے تھے حتی کہ اس سال بھی آپ نے اس کی آمدنی حقداران میں تقسیم فرمائی جس سال ان کی وفات ہوئی۔

آپ کی وفات کے بعد وہ وقف نامہ سیدہ ام المومنین حفصہؓ کے پاس آیا۔ اس کی حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی معلوم ہوا کہ وقف کنندہ کی طے کردہ شرائط کے مطابق وقف کنندہ کی وفات کے بعد اس کی اولاد اس کے وقف کردہ مال پر ولایت حاصل کر سکتی ہے۔ (۲۵)

حضرت عثمان ذوالنورین کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

فروہ بن اذینہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن ابان بن عثمانؓ کے پاس ایک تحریر (کتاب) دیکھی تھی جس میں لکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ماتصدق بہ عثمان بن عفان فی حیاتہ تصدق بمالہ الذی بخیبر یدعی مال ابن ابی الحقیق علی ابنہٖ ابان بن عثمان صدقہ بتـۃ بتلتہ لایشتری اصلہ ابدا ً ولا یوھب ولا یورث شھد علی بن ابی طالبؓ و اسامتہ بن ذیدؓ و کتب۔

یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ ہے کہ جو عثمان بن عفان نے اپنی زندگی میں صدقہ (وقف) کر دیا۔ انہوں نے اپنے بیٹے ابان بن عثمان پر خیبر میں واقع اپنا وہ مال صدقہ کیا جو "مال ابن ابی الحقیق" کہلاتا ہے نہ تو اس کے اصل کی کبھی خرید و فروخت کی جائے گی نہ ھبہ کیا جائے گا اور نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا۔ اس پر حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید گواہ ہیں اور اس کو لکھ دیا گیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ میں نے فروہ سے پوچھا کہ مال کیا تھا تو اس نے کہا اچھی طرح معلوم نہیں میرا خیال ہے کہ کوئی مکانات تھے۔ (۲۶)

حضرت علی المرتضٰی کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

عبدالعزیز بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت علی المرتضٰیؓ کو

قلعہ بند نخلستان دیئے تھے جن میں چشمے پھوٹتے تھے پھر حضرت علی نے ان کے ساتھ ایک قطعہ اراضی خرید فرمایا اس میں کنواں کھودا تو خوب ابلنے والا پانی نکلا حضرت علی کو اس کی خوشخبری دی گئی تو آپ نے اس کو فقراء، مساکین، مسافر اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے وقف کر دیا خواہ وہ لوگ قریبی رشتہ داران ہوں یا بعیدی چاہے زمانہ امن ہو یا زمانہ جنگ تاآنکہ قیامت قائم ہو جائے۔

عبداللہ بن مرداس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین کو دیکھا وہ خود بھی اس وقف زمین کی آمدنی میں سے کھاتے تھے اور دوسروں کو ھدیہ بھی کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے ینبع یعنی چشموں والے قلعہ بند باغ اور وادی القریٰ میں واقع اپنی جائیداد بھی وقف کر دی تھی۔(۲۷)

حضرت زبیرؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے اپنے مکانات اپنے بیٹوں پر وقف کر دیئے تھے کہ نہ تو انہیں بیچا جائے گا نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا اور نہ ہی ھبہ کیا جائے گا اور ان کی بیٹیوں میں سے جو خاوند کے بغیر ہو تو ان مکانات میں بغیر کسی ضرر (روک ٹوک) کے رہ سکے گی اور اگر اپنے خاوند کے گھر چلی جائے تو پھر ان مکانات میں اس کا حق نہ ہوگا۔

یہی بات عروہ بن زبیرؓ سے بھی روایت کی گئی ہے۔(۲۸)

حضرت معاذ بن جبلؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

یحیٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل انصار میں سے مالدار شخص تھے انہوں نے اپنا وہ گھر وقف کر دیا جس کو ''دار الانصار'' کہا جاتا ہے۔

ابن طاؤس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ ''والی القضاء'' (جج) تھے کہ ایک شخص نے اپنی زمین اپنے بیٹوں اور بیٹیوں پر وقف کر دی اور حضرت معاذ نے اس کو جائز قرار دیا۔(۲۹)

حضرت زید بن ثابتؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

ابراہیم بن یحیٰ سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اپنا گھر اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کر دیا کہ نہ کبھی بیچا جائے گا نہ ھبہ کیا جائے گا اور نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا۔ یہی ابراہیم بن۔ حراوی

ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے جو وقف قائم فرمایا تھا اپنی زندگی میں وہ خود بھی اس کے پھل میں سے کھایا کرتے تھے۔

ابو عثمان بتلاتے ہیں کہ حضرت زید کے بیٹے خارجہ اس مال وقف کی آمدنی میں سے ثعلبہ بن مالک کو ہدیہ دیا کرتے تھے۔ خارجہ بن زید اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ :

وقف میں جو مال روک لیا جاتا ہے وہ زندہ کے لئے بھی اور میت کے لئے خیر ہے اس لئے کہ میت کو صدقہ جاریہ ہونے کی وجہ سے ثواب ملتا رہتا ہے اور زندہ کے لئے فائدہ یہ ہے کہ وہ مال باقی رہتا ہے نہ تو بیچا جاتا ہے نہ ھبہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی وراثت میں دیا جاتا ہے (۳۰)

حضرت ابو طلحہؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ انصار مدینہ میں زیادہ مالدار تھے کھجوروں کے باغ کی وجہ سے اور انھیں اپنے تمام اموال میں سے "بئر حاء "کا باغ بہت محبوب تھا حضرت رسول خداؐ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور وہاں پر موجود کنویں سے بہت ہی اچھا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب یہ قرآنی آیت نازل ہوئی :" لن تنالو البرّ حتی تنفقوا مما تحبون " تو حضرت ابو طلحہؓ نے حضرت نبی اکرمؐ کی خدمت قدسیہ میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آیت نازل فرمائی ہے اور مجھے سب سے زیادہ پسند "بیر حاء " ہے یہ اللہ کے لئے صدقہ ہے میں اس سے خیر اور اجر کی اُمید کرتا ہوں پس آپ یارسول اللہ اس کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ہے اس طرح بنا دیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا وہ تو بڑا نفع دینے والا مال ہے میں نے تیری بات سن لی ہے میں بہتر سمجھتا ہوں کہ تو اس کو اپنے قرابت داروں کے لئے وقف کردے تو ابو طلحہؓ نے عرض کی یارسول اللہ میں ایسے ہی کرتا ہوں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اس کو بیان کیا ہے۔ (۳۱) امام ابو بکر جصاص بھی احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ جب قرآنی آیت کریمہ " لن تنالو البرّ حتی تنفقوا مما تحبون "(آل عمران :۹۲) نازل ہوئی

تو حضرت ابو طلحہؓ نے اپنا بہت ہی عمدہ باغ "بیر حاء "وقف کرنا چاہا اور حضرت نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ " حائطی الذی بمکان کذاوکذا للّٰہ تعالیٰ "یعنی میرا فلاں جگہ واقع باغ اللہ کے لئے ہے یہ سن کر حضرت رسول خداؐ نے فرمایا اس باغ کو اپنے قرابت داروں کے لئے وقف کردو۔ (۳۲)

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ایک گھر خرید فرمایا اور اس کو وقف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ گھر فلاں کے لئے مسکن ہے اور پھر اس کے بعد اس کی نسل والوں کے لئے اور یہ گھر فلاں کے لئے مسکن ہے اور اس کی نسل کا اس میں حق نہیں اور پھر یہ گھر آل ابی بکرؓ کو لوٹ جائے گا یعنی صرف آل ابی بکرؓ کو رہنے کا حق ہو گا۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہی شرائط لکھ دیں تھیں۔ اسماعیل بن ابراہیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی ہمشیرہ محترمہ اسماء بنت ابی بکرؓ نے بھی اپنا گھر وقف کر دیا تھا کہ نہ بیچا جائے گا نہ ھبہ کیا جائے گا اور نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا۔(۱)

ام المومنین سیدہ حفصہؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد گرامی حضرت عمرؓ نے وقف قائم فرمایا تھا بعد میں ام لمومنین سیدہ حفصہ بنت عمرؓ نے وقف قائم کر کے اس کو اپنے والد گرامی کے قائم فرمودہ وقف کے ساتھ ملا دیا۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے مال سے وقف قائم کیا اور اس کو اپنے والد گرامی حضرت عمرؓ اور اپنی ہمشیرہ محترمہ سیدہ حفصہؓ کے قائم فرمودہ وقف کے ساتھ شامل کر دیا۔(۲)

ام المومنین ام حبیبہؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

عبداللہ بن بشر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سفیان کی صاحبزادی ام المومنین ام حبیبہؓ نے عوالی مدینہ کے مقام غابہ میں قائم اپنی جائیداد اپنے موالی اور پھر ان کی اولاد در اولاد پر وقف کر دی تھی۔ عبداللہ بن بشر کہتے ہیں کہ انہوں نے خود وہ تحریر پڑھی ہے جس میں لکھا تھا کہ یہ جائیداد نہ بیچی جائے گی نہ ھبہ کی جائے گی اور نہ ہی وراثت میں دی جائے گی اگر کوئی اس کو وراثت میں لے تو اس کے

خلاف کاروائی کی جائے۔

ام المومنین صفیہؓ بنت حی کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

عبداللہ بن عامر الاسلمی ام عبداللہ بنت حرملہ سے اور وہ بنت المزنی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ گواہ ہوئے کہ ام المومنین حضرت صفیہؓ بنت حی نے اپنا گھر بنو عبدان کے لئے وقف کر دیا تھا اور اصحاب رسولؐ میں سے ایک گروہ اس پر گواہ بنا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بیٹی عائشہ نے کہا کہ میرے باپ نے جو صدقہ قائم کیا تھا وہ حبس (یعنی وقف) ہے نہ بیچا جائے گا نہ ھبہ کیا جائے گا اور نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے یہی طے فرمایا کہ ان کی اولاد سے کوئی خاتون اگر ضرورت مند ہو تو وہ اس مکان میں سکونت رکھ سکے گی اور اسے کوئی ضرر نہیں پہنچایا جائے گا تا آنکہ اس مکان میں سکونت رکھنے سے مستغنی ہو جائے ان کے بعض ورثا نے بعد میں اس پر اعتراض کیا اور اس کو میراث بنا لیا جس پر یہ معاملہ مروان بن حکم کی عدالت میں لایا گیا۔ اس نے اصحاب رسول کو جمع کیا اور جیسے حضرت سعد نے وقف کیا تھا اس کے مطابق کرا لیا گیا۔

حضرت جابرؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

عمر بن عبداللہ العبسی روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے بیٹے محمد سے ان کے گھر میں ملے اور کہا کہ فلاں فلاں جگہ پر جو باغ ہے وہ آپ کا ہے تو محمد نے کہا کہ وہ باغ میرے والد حضرت جابرؓ نے وقف کر دیا تھا۔

حضرت سعد بن عبادہؓ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

حضرت سعدؓ نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے ایک کنواں وقف کیا اور پھر اپنے اموال میں سے کچھ مال بھی اس پر صدقہ (وقف) کیا۔

دیگر اصحاب رسول ﷺ کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

اصحاب رسول مکرم ﷺ میں سے ایک بہت بڑی تعداد نے اپنی اپنی جائیدادیں اپنی اولاد در

واولاد پر یا عام لوگوں کی بھلائی کے لئے وقف کردی تھیں ان میں سے چند کے اسماء گرامی مندجہ ذیل ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت ابواروی الدوسی، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ام المومنین ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت ابن ابی الدحداحۃ،

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں وقف قائم کیا تو مہاجرین اور انصار صحابہ کی ایک بڑی تعداد کو بلا کر انہیں گواہ بنایا۔ یہ خبر عام ہوگئی اور اصحاب رسول اکرم ﷺ میں سے جس جس کو قدرت حاصل تھی اس نے اپنا مال صدقہ موقوفہ کردیا۔(۱)

تابعین کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

مال وقف کرنے کا سلسلہ اسلامی معاشرے میں فروغ پاتا رہا اور تابعین عظام نے بھی اس میں اپنا حصہ ادا کیا مثلاً ابو جعفر نے اور عمر بن خالد الزرقی نے اپنا اپنا مال وقف کیا۔

محمد بن عبداللہ کا بیان ہے کہ الزھری نے اپنا مال وقف کرکے اس پر اپنے موالی کو ناظم مقرر کیا وہ الزھری کی زندگی میں وفات پا گیا تو محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے اس وقف کا ناظم بنایا۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ اس نے وقف قائم کیا اور اس کا بیٹا ناظم بنا گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان مسلمانوں نے مساجد تعمیر کرائیں۔ کنویں کھودے مہمان خانے بنوائے اور مکہ مکرمہ میں حجاج کے قیام کے لئے گھر بنائے۔

دیگر مسلمانوں کی طرف سے قائم کردہ اوقاف۔

صحابہ اور تابعین کے علاوہ دنیا بھر میں مخیّر مسلمانوں اور سلاطین نے وقف جیسے رفاہ عامہ کے ادارے کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس کو بہت فروغ دیا۔ مساجد کی تعمیر، خانقاہوں کا نظام، مسافروں کے لئے مہمان خانے کنویں، ہسپتال اور مدارس کے علاوہ بھی عجیب امور کے لئے اوقاف قائم کی گئیں۔ مختلف خیالات اور منفرد ذوق رکھنے والے حضرات نے اس میں ندرتیں پیدا کیں۔ عام سڑکوں اور گلیوں میں پانی کی نالیاں بنائی گئیں عام لنگر چلانے کے لئے مصر میں ''تکیۃ السلطان سلیم'' اور دمشق میں ''تکیۃ الشیخ محی الدین'' بہت مشہور ہوئے۔ بغداد سے مکہ مکرمہ جانے والی شاہراہ پر اور دمشق سے

مدینہ منورہ آنے والی شاہراہ پر اور مختلف اسلامی ریاستوں کے صدر مقامات کو ملانے والی سڑکوں پر جگہ جگہ کنویں کھدوائے گئے اور سرائیں بنائی گئیں۔پاکستان میں سرائے عالمگیر آج بھی شہرت رکھتی ہے۔

بعض زمیندار مسلمانوں نے اپنی وسیع زمینیں اس لئے وقف کردیں کہ وہاں مسلمانوں کے لئے قبرستان بنائے جائیں۔بعض لوگوں نے اس مقصد کے لئے اپنی جائیدادیں وقف کردیں کہ ان کے ذریعے فقراء مسلمانوں کی تجہیز و تکفین کی ضرورتیں پوری کی جائیں۔

بعض مسلمانوں نے بطور خصوصی جسمانی طور پر معذور اور نابیناؤں کے لئے ہاسٹل تعمیر کروائے۔بعض نے جیلوں میں بند قیدیوں کے اصلاح احوال کیلئے انکی بہتر تربیت اور غذا کے لئے اپنے اموال وقف کئے۔

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ کئی مخیّر مسلمانوں نے اس لئے اوقاف قائم کردیں کہ ان کی آمدنی سے ایسے نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کی شادیاں کروائی جائیں جو خود یا ان کے سرپرست شادیوں کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تھے۔

بعض مسلمانوں نے غریب ماؤں کے لئے دودھ اور چینی مہیا کرنے کی خاطر اوقاف قائم کیں تاکہ ان کے بچے حسبِ ضرورت میٹھے دودھ سے محروم نہ رہیں۔

دمشق میں آج بھی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے قلعے کا وہ دروازہ موجود ہے جس پر اس نے دو پرنالے لگادیئے تھے ایک پرنالے سے دودھ بہتا تھا اور دوسرے پرنالے سے چینی ملا ہوا میٹھا پانی بہتا تھا تاکہ مساکین اپنے بچوں کے لئے دودھ اور میٹھا حاصل کرسکیں۔بچوں کی مائیں ہر ہفتے دو دن وہاں آتی تھیں اور اپنی اولاد کے لئے حسبِ ضرورت دودھ اور میٹھا لیتی تھیں۔(۱)

بعض مخیّر لوگوں نے مختلف قسم کے مٹی کے برتن لیکر وقف کے دیئے تھے کہ اگر کوئی بچہ بازار سے کوئی مٹی کا برتن لاتے ہوئے راستے میں توڑدے تو وہ اس وقف سے ٹوٹے برتن کے بدلے صحیح سالم برتن لے لیتا تھا تاکہ گھر والوں کو پتہ نہ چلے اور بچہ گھر والوں کی سرزنش سے بچ جائے۔

اہل اسلام نے انسانوں کے ساتھ حیوانات کو ہمدردی اور دوستی کا حقدار جانا ہے اسی لئے بعض مالی وسعت رکھنے والے مسلمانوں نے بیمار جانوروں کے علاج کے لئے شفاخانے قائم کئے،بوڑھے اور معذور جانوروں کی خوراک اور چارے کے لئے انتظامات کئے بعض نے ان کے لئے چراگاہیں وقف کردیں۔دمشق میں آج جہاں کھیل کا میدان بنا ہوا ہے یہ جگہ کبھی جانوروں کی چراگاہ کے طور پر وقف کی گئی تھی اور یہاں بوڑھے گھوڑے اور دیگر حیوانات چراکرتے تھے۔(۲)

دنیا کی ہر قوم نے اپنی تہذیب و تمدن اور اپنے خیراتی اداروں کو جدید بنیادوں پر استوار کیا ہے مگر افسوس کہ ہم نے اپنی شاندار تہذیب، باوقار تمدن اور اعلیٰ خیراتی اداروں کو تباہ وبرباد کیا ہے۔

ہمارے اسلاف نے جو رفاہ عامہ کے ادارے قائم کیے تھے آج انکا عشر عشیر بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔ بحیثیت مسلمان قوم یہ ہمارا ایسا جرم ہے جو روزِ قیامت بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

بنو امیہ کے دور میں جب ہشام عبدالملک خلیفہ تھا مصر کے محکمہ قضا کا ولی (انچارج) توبۃ بن نمر ابن حومل الحضرمی تھا۔ اس نے تمام اوقاف توارث وغیرہ سے بچانے کے لئے اپنی نگرانی میں لے لئے۔ توبۃ کی وفات تک اوقاف نے باقاعدہ محکمے کی شکل اختیار کر لی اور تمام اوقاف کو رجسٹرڈ کیا گیا۔ اس زمانے میں بصرہ کے اندر بھی اوقاف کے لئے باقاعدہ دیوان بنایا گیا۔

عباسیوں کے دور میں ادارہ وقف کا رئیس "صدر الوقف" کہلاتا تھا۔ عثمانیوں کے عہد خلافت میں اس محکمے کے لئے باقاعدہ جدا جدا شعبے قائم کیے گئے اور ان کا نظم ونسق چلانے کے لئے قاعدے قانون مرتب ہوئے۔ (۴۳)

اس کے بعد تمام مسلمان ملکوں میں وقف ایک باقاعدہ ادارے (Institutions) کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ۱۹۶۴ء میں ترکی ناظم اوقاف نے اپنی رپورٹ میں ستر ہزار سے زائد وقف جائیدادوں کو اپنی نگرانی میں ظاہر کیا۔ (۴۴)

***

باب سوم

وقف کی تعریف

(حنفی مسلک)

لغوی اعتبار سے کسی شئی کا محض روکنا وقف کہلاتا ہے (۳۵) اور شرعی اصطلاح میں وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی شے کا مالک اپنے مال کے عین (اصل) کو اپنی ملک پر روکے اور اس کی منفعت کو صدقہ کردے یا جن لوگوں پر چاہے خرچ کرے۔ (۳۶)

اہل لغت نے اس کو دو افعال سے مشتق بتلایا ہے کہ ایک اوقف یوقف ایقافا اور دوسرا وقف یقف وقفاً۔ (۳۷)

امام سرخسیؒ نے شرعی تعریف کرتے ہوئے صرف یہی کہا ہے کہ مملوک کو غیر کی تملیک سے روک دینا وقف کہلاتا ہے (۳۸)

(مزید ملاحظہ کریں) "احکام الوقف فی الشریعتہ الاسلامیتہ ۵۵)

(نیز ملاحظہ کریں) " محاضرات فی الوقف" (۳۹)

امام سرخسیؒ نے اس لئے مملوک کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ غیر مملوک سے احتراز کیا جاسکے یعنی یہ قید احترازی ہے کیونکہ اگر وقف کنندہ وقف کرتے وقت مال موقوف کے عین (اصل) کا مالک نہ ہو تو اس کا وقف کرنا جائز نہیں ہوتا مثلاً کسی شخص نے کسی اور شخص کی ملکیتی زمین اس وجہ سے وقف کردی کہ وہ اس زمین کو خرید کرنے کی نیت رکھتا ہے یا کسی اور شخص کی زمین غصب کر کے اپنے قبضے میں لی اور اس کو وقف کردیا تو ایسا وقف مطلقاً جائز نہیں ہے۔ (۴۰)

امام سرخسیؒ نے غیر کی تملیک سے روک دینے کی جو شرط عائد کی ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے جامعہ بغداد کے مدرس ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب عین مال کو وقف کنندہ کی ملکیت میں باقی رکھنا ہے۔ (۴۱)

اس تعریف پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اگر یہ وقف غیر لازم کی تعریف ہے تو پھر

اس میں روک رکھنا (حبس) نہیں ہوتا بلکہ (حبس) روک رکھنا وقف لازم میں ہوتا ہے اور اگر اس کو وقف لازم کی تعریف قرار دیا جائے تو اعتراض ہوتا ہے کہ ائمہ نے تو متفقہ طور پر وقف لازم کی صورت میں مال موقوف کا وقف کنندہ کی ملکیت سے خارج ہو کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ملکیت ہیں چلے جانا تسلیم کیا ہے۔(۴۱)

امام برہان الدین مرغینانی، الخطیب التمر تاشی، اور امام نسفی نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے :"و ھو فی الشرع عند ابی حنیفه " : حبس العین علی ملک الواقف ، والتصدق با لمنفعته"ڈاکٹر کبیسی نے اس پر لکھا ہے کہ یہ وقف غیر لازم کی تعریف ہے جیسے عاریۃ یعنی ادھار دیا ہوتا ہے۔(۴۲)

کیونکہ کہ ادھار پر دیا گیا مال ادھار دینے والے کی ملکیت میں رہتا ہے البتہ ادھار لینے والا اس کے منافع کا حقدار ہوتا ہے۔

فقہائے احناف نے صاحبین کی آراء پر مبنی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی نے تنویر الابصار کے حوالے سے صاحبین کی رائے پر مشتمل یہ تعریف نقل کی ہے۔(۴۳)

" و عند ھماھو : حبسها ۔ ای العین علی ملک اللّٰه تعالیٰ و صرف منفعتها علی من احب"

یعنی صاحبین کے نزدیک اصل مال (عین) کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت پر روک رکھنا اور اس مال کی منفعت کو اپنی پسند کے لوگوں پر خرچ کرنا۔

صاحب در مختار نے "علی" کے بعد "حکم" کے لفظ کا اضافہ کیا ہے۔لکھا ہے :"علی حکم ملک اللّٰه "یعنی مال موقوف اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم میں ہوتا ہے وقف کنندہ کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔(۴۴)

فقہاء نے وقف کی تعریف میں اس بات کو لازم قرار دیا ہے کہ مال موقوف میں کوئی تصرف نہیں کیا جا سکتا اس سے صرف فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے چونکہ عین مال میں کوئی تصرف جائز نہیں اس لئے نہ تو اس کو بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہی رہن رکھا جا سکتا ہے نہ ھبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بطور میراث اس کا انتقال کیا جا سکتا ہے۔(۴۵)

مالکی مسلک

کوئی اپنی ملکیت کے منافع خواہ اجرت ہو یا پیداوار جتنی مدت کے لئے چاہے کسی مستحق کو دیدے۔(۴۶)

اس تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ مالکی مسلک میں صرف منافع دیئے جاتے ہیں اصل مال مالک ہی کی ملکیت میں رہتا ہے یعنی اعطاء منفعت ہوتی ہے اعطاء ذات نہیں ہوتی۔اس کو اعارہ یعنی ادھار نہیں سمجھا جاسکتا اس لئے کہ "مدۃ وجودہ" کے الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ جب تک وہ مال موجود رہے اس کے منافع مالک کو نہیں ملیں گے ادھار میں یہ شرط نہیں ہوتی بلکہ کچھ وقت بعد ادھار میں دیئے گئے مال کے منافع بھی اصل مالک کو لوٹ آتے ہیں۔(۴۷)

شافعی مسلک

"وقف" اصطلاح شریعت میں ایسے مال کو روکے رکھنے کا نام ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہو اسطرح کہ وہ مال بعینہ باقی رہے اور اس کا مصرف مباح اور موجود ہو(۴۸)

امام یحیی بن شرف النووی اور زین الدین المناوی نے اس کے ساتھ اتنا اضافہ کیا ہے کہ مال موقوف کے عین میں تصرف کو منقطع کرنا اور تقرب الی اللہ کے لئے اس کے منافع نیک کاموں پر خرچ کرنا۔(۴۹) یعنی مال موقوف کی بیع جائز نہیں نہ ہی ھبہ یا وراثتی انتقال جائز ہے۔(۵۰)

حنبلی مسلک۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ وقف لغۃً "وقف یقف" کے باب پر آتا ہے "اوقف یوقف" کے باب کا استعمال شاذ ہے اور اس کے لئے "حبس" کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس طرح حدیث نبوی ہے" ان شئتَ حبستَ اصلھا و تصدّقت بھا" اور وقف کا مطلب ہے کہ اصل روک لینا اور پھل دیدینا۔(۵۱)

وقف کا جواز

حنفی مسلک

بعض حضرات کا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق وقف جائز نہیں ہے مگر یہ حقیقت نہیں ہے امام ابو حنیفہ کے عدم جواز کے قول کا مطلب یہ ہے کہ وقف ان کے نزدیک لازم نہیں ہے اور جہاں تک وقف کے جواز کا تعلق ہے امام ابو حنیفہ اس کے قائل ہیں۔(۵۲)

استاد مصطفیٰ الزرقاء نے وقف کے جواز اور مشروعیت پر گفتگو کرتے ہوئے قاضی شریح کی طرف منسوب یہ رائے بیان کی ہے کہ وہ وقف کو باطل اور ناجائز کہتے تھے اور کہتے تھے "جاء محمد ببیع الحبیس" اور آیات المواریث کے نازل ہونے کے بعد (سورۃ النساء) حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا "لا حبس عن فرائض اللہ" یعنی وہ مواریث جو اللہ جل شانہ نے فرض کردی ہیں ان سے منع نہیں کیا جاسکتا اور وقف کی وجہ سے جائیداد کو ورثا میں تقسیم کرنے سے روکا جاتا ہے لہذا وقف جائز نہیں ہے۔(۵۳)

استاذ الزرقا نے مزید لکھا ہے کہ علمانے قاضی شریح کے قول "جاء محمد ببیع الحبیس" کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام نے جس حبس (روکے ہوئے اموال) کے بیع کرنے کا حکم دیا ہے وہ ایسے اموال ہیں جنہیں مشرکین عہد جاہلیت میں روک رکھتے تھے یعنی وہ اونٹ بکریاں کہ زیادہ بچے دینے کی وجہ سے یا نذر مان لینے کی وجہ سے مشرکین ازروئے تکریم ان کا کھانا اور ان پر سواری کرنا حرام کر لیتے تھے اور انہیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی جیسے مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔(۵۴)

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف عدم جواز کا ایک قول منسوب کرنے کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے استاذ الزرقاء لکھتے ہیں کہ: بعض محققین نے وقف علی الاولاد کو عام لوگوں کی بھلائی کے لئے کئے جانے والے وقف سے مختلف قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف علی

الاولاد جائز نہیں ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جن حضرات نے جمہور ائمہ کی مخالفت کرتے ہوئے وقف کے عدم جواز کا قول کیا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا ایک قول بیان کیا جاتا ہے تو ان حضرات نے وقف کی دونوں قسموں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا خواہ وقف عام لوگوں کی بھلائی کے لئے ہو یا وقف علی الاولاد ہو۔ عدم جواز کا قول بلا امتیاز ہے اور مطلقاً وقف کے بارے میں ہے۔

وقف علی الاولاد بھی آخر کار عام لوگوں کی بھلائی کا وقف ہو کر رہ جاتا ہے جبکہ وقف کنندہ کی اولاد باقی نہیں رہ جاتی یا وہ مخصوص لوگ باقی نہیں رہتے جن کے لئے جائیداد وقف کی گئی ہوتی ہے۔

با قاعدہ ادارے کے طور پر حضرت محمد ﷺ نے وقف کو روشناس کرایا۔ جس کی وجہ سے ایک خاص مال اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے قوانین کے تحت ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ جائیداد خالصۃً اللہ تعالیٰ کی ملکیت قرار پاتی ہے۔

وقف کی بنیاد تین ذمہ داریوں کو تسلیم کیا گیا ہے۔

۱) ایک شخص پر عائد اس کے خاندان کی ذمہ داری۔

۲) اسلامی عقائد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کو قائم رکھنا۔

۳) ہر شخص کی بھلائی چاہنا۔ (۵۵)

مالکی مسلک

وقف کار خیر ہے کیونکہ حضرت رسول خدا نے اور آپ کے بعد مسلمانوں نے اپنی ملکیتوں کو وقف کیا۔ امام نوویؒ نے فرمایا کہ "وقف" مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔ (۵۶)

شافعی مسلک

شافعی مسلک میں بھی وقف جائز ہے شافعی مسلک کے فقیہ شیخ محمد الشربینی الخطیب فرماتے ہیں کہ وقف کا جواز مندرجہ ذیل آیت قرآنی پر مبنی ہے۔

" لن تنالوا البرّ حتى تنفقوا مما تحبون " جب حضرت ابو طلحہؓ نے یہ آیت مبارکہ سنی تو اپنے اموال میں سے زیادہ پسندیدہ مال " حاء " کا کنواں وقف کیا۔ اسی طرح حدیث نبوی میں صدقہ جاریہ کا ذکر ہے اور علماء صدقہ جاریہ سے وقف مراد لیتے ہیں۔ (۵۷)

حنبلی مسلک

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ وقف از روئے حدیث نبوی جائز ہے۔ حضرت عمرؓ کو خیبر میں زمین دستیاب ہوئی وہ حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ انی اصبت ارضا بخیبر لم اصب قط مالا انفس عندی منہ فماتامرنی فیھا؟"

ترجمہ! یارسول اللہؐ مجھے خیبر میں ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر مال مجھے نہیں ملا اس بارے میں میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟

آپؐ نے فرمایا "ان شئت حبست اصلھا وتصدقت بھا غیر انہ لا یباع اصلھا ولا یتباع و یوھب ولا یورث"

ترجمہ! اگر تو چاہے تو اس کا اصل اپنی ملکیت میں روک لے اور اس کو صدقہ کر دے ہاں تو پھر یہ بیچی بھی نہ جائے گی نہ ھبہ کی جائے گی نہ وراثت میں کسی کو دی جائے گی۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے وہ زمین فقراء، قرابت داروں، غلاموں، مسافروں اور مہمانوں کے لئے صدقہ کر دی۔

حدیث نبویؐ ہے کہ جب ابن آدم مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے صدقہ جاریہ، علم جو اس کے بعد نافع ہو اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

حضرت جابر راوی ہیں کہ اصحاب نبیؐ میں سے جس کسی کے پاس بھی کچھ ہو تا وہ اسے وقف کر دیتا۔ (۵۸)

باب چہارم

وقف کے ارکان

حنفی مسلک

وقف کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ الفاظ مثلاً وقف کنندہ کہے کہ میری یہ جائیداد صدقہ موقوفہ دائمی مساکین وغیرہ پر ہے۔

۲۔ وقف کنندہ

۳۔ وقف شدہ مال جسکی جمع اوقاف ہے۔

۴۔ موقوف علیہم یعنی وہ لوگ جن پر جائیداد وقف کی گئی۔

۵۔ جہت وقف یعنی جس وجہ سے جائیداد وقف کی گئی مثلاً مساکین کی مسکنت، فقراء کا فقر یا حج کرنے والوں کا نفقہ حج یا قرابت داروں کی قرابت۔

۶۔ متولی اوقاف یعنی اوقاف کا نظم وضبط جس کے سپرد کیا گیا ہو (۵۹)۔

اگر ارکان مکمل نہ ہوں تو وقف ثابت نہ ہوگا مثلاً کہے کہ میں نے اپنی یہ اراضی فقراء پر وقف کردی یا حبس اور حرمت کا لفظ استعمال کرے تو وقف ثابت نہ ہوگا کیونکہ وقف کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب وقف کنندہ اپنا مال سپرد کردے اور کلام میں کئی احتمالات نہ ہوں (۶۰) امام ابو یوسف کے نزدیک متولی کو مال وقف سپرد کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۶۱)

شافعی مسلک

وقف کے چار ارکان ہیں :

۱۔ وقف کنندہ (واقف)

۲۔ مال وقف (موقوف)

۳۔ جس پر وقف کیا گیا (موقف علیہ)

۴۔وقف کے الفاظ (صیغہ)۔(۶۲)

حنبلی مسلک

حنبلی مسلک کے امام ابن قدامہؒ نے وقف کے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کل چھ ہیں۔ تین صریح اور تین کنایہ ہیں صریح الفاظ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ وقفت ۲۔ حبست ۳۔ سبلت

ان تین الفاظ میں سے جو لفظ بھی استعمال کیا گیا وقف قائم ہو جائیگا کسی اور بات کی ضرورت نہ رہے گی یہ الفاظ اس طرح ہیں جسطرح طلاق کے معاملے میں لفظ تطلیق ہوتا ہے۔ کیونکہ وقف کا معنی ادا کرنے کے لئے دوسرے دونوں الفاظ حدیث میں استعمال کئے گئے ہیں نبئی مکرمؐ کا فرمان ہے "ان شئت حبست اصلھا و سبلت ثمرھا"

کنایۃً استعمال ہونے والے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ تصدقتُ ۲۔ حرمتُ ۳۔ ابدتُ

یہ الفاظ کنایہ ہیں اس لئے کہ لفظ صدقہ اور تحریم مشترک ہیں کیونکہ صدقہ زکوۃ اور ھبہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور تحریم کا لفظ اظھار اور یمین کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور تحریم اپنے آپ پر بھی ہو سکتی ہے اور اپنے سوا کسی اور پر بھی ہو سکتی ہے۔ جہاں تک تابید کا تعلق ہے تو اسمیں تابید تحریم اور تابید وقف دونوں کا احتمال ہے اس لئے ان الفاظ کا استعمال ثبوت وقف کے لئے کافی نہ ہوگا جیسے کہ طلاق میں کنایات استعمال کرنے کا معاملہ ہوتا ہے۔

اگر ان الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل تین چیزوں میں سے کسی ایک کا اضافہ کیا گیا تو وقف قائم ہوگا۔

ا۔ پہلی چیز یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل پانچ الفاظ میں سے کسی کا اضافہ کرتے ہوئے کہے صدقۃ موقوفۃ یا محبسۃ یا مسبلۃ یا محرّمۃ یا موبدۃ۔ یا کہے ھذہٖ محرّمته موقوفته یا محبسته یا مسبلته یا موبدۃ۔

ب۔ دوسری چیز یہ ہے کہ صفات وقف میں سے کوئی صفت شامل کرے مثلاً کہے کہ یہ صدقہ ہے نہ اسکو بیچا جائے گا نہ ھبہ کیا جائے گا نہ ہی وراثت بنایا جائے گا اس طرح لفظ کا اشتراک زائل

ہو جائیگااور وقف کا مفہوم متعین ہو جائے گا۔

ج۔ تیسری چیز یہ ہے کہ یہ الفاظ استعمال کرتے ہوئے وقف کی نیت کرے اور کہے کہ انکا مفہوم وہی ہے جو میری نیت میں ہے پھر جب وہ اپنی نیت کا اعتراف کرے گا تو وقف ثابت ہو گا۔

قبضہ۔

حنفی مسلک

امام شمس الدین سرخسیؒ نے المبسوط میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت شریحؒ، حضرت حسنؒ اور امام شعبی کا متفقہ قول ہے کہ کوئی بھی صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا قبضہ نہ دیدیا جائے اس کی بنیاد پر احناف کا نظریہ ہے کہ وقف بھی قبضہ دے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

چونکہ صدقہ کرنے والا خالصتہً اللہ جل شانہ کے لئے صدقہ کرتا ہے اس لئے جب تک وہ اپنے مال کو اپنی ملکیت سے خارج نہ کردے صدقہ نہیں ہو سکتا۔

اور چونکہ صدقات فقراء کے لئے ہوتے ہیں اور جب تک مال فقرا کے حوالے نہ کر دیا جائے وہ اس سے استفادہ نہیں کر سکتے اس لئے فقراء کو مال وقف پر قبضہ دینا ضروری ہے یہ معاملہ عتق یعنی غلام کی آزادی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مالک جب اپنے غلام کو یہ کہہ کر آزاد کرتا ہے کہ میں تجھے آزاد کرتا ہوں۔ تو مالک کے ہاتھ سے اس کا حق ختم ہو جاتا ہے اور اس لمحے وہ حق خود غلام کو حاصل ہو جاتا ہے تو گویا غلام اپنے نفس پر خود قبضہ حاصل کر لیتا ہے مگر وقف کے معاملے میں کچھ اور لوگ شریک ہوتے ہیں اس لئے محض وقف کے الفاظ ادا کرنے سے اس کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک کہ متعلقہ افراد کو اس کا قبضہ نہ دیدیا جائے۔

امام محمدؒ اور ابن ابی لیلیٰ کا قول بھی یہی ہے کہ وقف اس وقت تک مکمل نہیں جب تک کہ وقف کنندہ مال وقف کو اپنے قبضے سے نکال کر متولی وقف کے حوالے نہ کر دے۔ ان کا کہنا ہے کہ اب کوئی شخص بطور تبرع (رضاکارانہ طور پر) اپنی ملکیت زائل کرتا ہے تو اس کی تکمیل قبضہ دیے بغیر نہیں ہوتی۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ وقف کا معاملہ ازالۂ ملک سے تعلق رکھتا ہے اس سے تملیک متعلق

نہیں ہے اس لئے وقف کی تکمیل کے لئے قبضہ ضروری نہیں ہے یہ معاملہ بھی عتق جیسا ہے۔

متولی وقف کو قبضہ دینے سے بھی صورتِ حال میں تبدیلی نہیں ہوتی اس لئے کہ متولی واقف کا نائب ہوتا ہے اور واقف ہی اپنی طرف سے متولی مقرر کرتا ہے اور نائب کا قبضہ بھی اصل مالک کا قبضہ ہوتا ہے یعنی مال وقف کو متولی کے قبضے میں دینے سے بھی وہ مال اصل مالک کے قبضے میں رہتا ہے۔ اگر نائب یعنی متولی کے قبضے سے وقف صحیح ہوتا ہے تو اصل مالک کے قبضے سے کیوں صحیح نہیں ہوتا۔

امام محمدؒ استدلال کرتے ہوئے سیدنا عمرؓ کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنا مال وقف کیا تو اپنی صاحبزادی ام المومنین سیدہ حفصہؓ کو اس کا قبضہ دیا تا کہ وقف کی تکمیل ہو جائے مگر امام ابو یوسف اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ قبضہ وقف کی تکمیل کے لئے نہیں دیا گیا تھا بلکہ یہ اس لئے دیا گیا تھا کہ حضرت عمرؓ کثرتِ مشاغل کی وجہ سے اس کا انتظام نہ چلا سکتے تھے تو اس کی انتظامی ذمہ داری اپنی صاحبزادی کو سپرد کرنے کے لئے قبضہ دیا تھا اور اس لئے بھی کہ اس وقف کا انتظام حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد بھی چلتا رہے۔

قاضی ابو عاصمؒ نے بھی حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول کو اقویٰ قرار دیا ہے۔ (۶۳)

چونکہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ مال وقف موقوف علیہ کے سپرد کر دیا جائے اس لئے اگر مسجد کا معاملہ ہے تو ضروری ہے کہ اس میں عام لوگوں کو نماز ادا کرنے کی اجازت دی جائے اگر ایک نمازی بھی وہاں نماز ادا کرے تو وقف قائم ہو جائے گا اور وہ زمین مالک کی ملکیت سے خارج ہو جائے گی۔ تمام تر نمازیوں کو قبضہ دینا ممکن نہیں اس لئے کم از کم جتنا کیا جا سکتا ہے اتنا کرنا ضروری ہے (۶۴)

مالکی مسلک

مالکی مسلک میں مال موقوف پر متولی وقف کا قبضہ ضروری ہے اس کے بغیر وقف مکمل نہیں ہوتا بلکہ یہ ضروری ہے کہ اصل مال موقوف ایک سال تک متولی وقف کی حفاظت میں رہے اگر ایک سال پورا ہونے سے پہلے کوئی مانع ہو مثلاً وقف کنندہ کی موت ہو جائے وغیرہ تو وقف باطل ہو گا۔ اگر ورثا اسکی اجازت دیں تو وقف قائم رہے گا اور اگر وقف کنندہ فوت ہو جائے اور اس پر اتنا قرض ہو کہ مال موقوف اس قرض کی ادائیگی میں صرف ہو جائے تو بھی وقف باطل ہو گا۔ اگر قرض خواہ اس کی اجازت

دیں تو وقف قائم رہے گا۔

اگر متولی نے مال موقوف لے لیا اور پھر ایک سال پورا ہونے سے قبل وہ مال وقف کنندہ کے پاس لوٹ گیا تو دو صورتیں ہیں اگر وہ مال ایسا ہو کہ اس کا کرایہ یا اس سے مالی منفعت لی جا سکتی ہو مثلاً مکان اور زرعی اراضی تو وقف باطل ہو گا اور مال ایسا ہے کہ اس کا کرایہ وغیرہ کوئی مالی منفعت نہیں مثلاً کتب اور اسلحہ وغیرہ تو وقف قائم رہے گا (۶۵)

حنبلی مسلک

حنبلی مسلک کی کتاب "المغنی" میں ہے کہ وقف صرف الفاظ کہنے سے بھی لازم ہو جاتا ہے۔

اگرچہ امام احمد بن حنبل سے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وقف بغیر قبضے کے لازم نہیں ہوتا مگر بظاہر حنبلی مسلک یہی ہے کہ وقف کے لئے قبضہ لازم نہیں ہے۔

چونکہ وقف میں اصل کو روکنا اور منافع دینا مقصود ہوتا ہے اور یہ عتق یعنی غلام آزاد کرنے کے معاملے کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے اس لئے اسکو عتق کے حکم میں سمجھنا چاہیئے۔(۶۶)

قبول وقف

حنفی مسلک

قبضہ کی بحث میں تفصیلاً اس بات کا ذکر ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک موقوف علیہ کے لئے ضروری ہے کہ مال وقف پر قبضہ حاصل کرے اس کا مطلب یہی ہے کہ جب تک موقوف علیہ وقف کو قبول نہ کرے وقف لازم اور مکمل نہ ہو گا مگر امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری نہیں ہے کہ موقوف علیہ مال وقف پر قبضہ کرے (۶۷) تو یہی سمجھا جائے گا کہ ان کے نزدیک وقف کے لزوم اور تکمیل کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ موقوف علیہ وقف کو قبول کرے۔

مالکی مسلک۔

اگر موقوف علیہ ایسا ہو کہ اس کی طرف سے قبول کرنا ممکن ہو تو اس کا قبول کرنا شرط ہو گا جیسے کسی شخص معین کو وقف کا مستحق بنایا گیا ہو تو ضروری ہو گا کہ وہ اس کو قبول کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو

قبولیت ضروری نہیں ہے جیسے کہ مسجد کا معاملہ ہے۔

اگر موقوف علیہ شخص معین ہے مگر وہ وقف کو قبول نہیں کرتا بلکہ رد کر دیتا ہے تو وہ مال وقف علی الفقراء کی حیثیت اختیار کرے گا اور وقف کنندہ کی ملکیت میں لوٹ کر نہ جائے گا۔

مطرف کا قول ہے کہ اس صورت میں وقف کنندہ کو یا اس کے وارث کو ملکیت لوٹ جائے گی۔

بعض علما کا قول ہے کہ اگر شخص معین موقوف علیہ ہو اور وہ وقف کو رد کر دے تو پھر حاکم اس بارے میں فیصلہ کرے گا۔(۶۸)

شافعی مسلک۔

شافعی مسلک میں تکمیل وقف کے لئے شرط ہے کہ موقوف علیہ اس کو قبول کرے اگر وہ قبول کرنے کی شرعی قانونی اہلیت رکھتا ہو اور اگر وہ مطلوبہ اہلیت سے محروم ہو تو اس کے ولی کی طرف سے وقف کو قبول کرنا ضروری ہے۔

جونہی وقف کنندہ وقف کرنے کے لئے وقف کے الفاظ ادا کرے موقوف علیہ یا اس کے ولی کی طرف سے قبول کرنا ضروری ہے یا جس وقت موقوف علیہ کو اس وقف کی خبر ملے اس کا قبول کرنا لازمی ہے۔

کیونکہ وراثت کے سوا کوئی چیز بعینہ یا اس کی منفعت کا کسی کو زبردستی مالک بنانا شرعی راستے سے بعید ہے۔(۶۹)

حنبلی مسلک۔

وقف کے معاملے میں اس کی ضرورت نہیں کہ موقوف علیہ اس کو قبول کرے۔ ابو الخطاب نے کہا ہے کہ اگر وقف غیر معین لوگوں پر ہو مثلاً مساکین پر یا مساجد کا معاملہ ہے کہ اس میں نماز پڑھنے والے محدود و معین نہیں کئے جا سکتے تو ایسی صورت میں قبول وقف کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر موقوف علیہ معین ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ یہ ایک خاص معین آدمی کے لئے تبرع ہے جیسے کہ ھبہ اور وصیت ہوتی ہے کہ اگر خاص شخص کے لئے ھبہ یا وصیت ہو تو قبولیت ضروری ہوتی ہے لہذا موقوف علیہ بھی اگر معین ہے تو اس

کی طرف سے قبول کرنا ضروری ہوگا۔

(۲) یہ کہ وقف کی ایک قسم میں جب موقوف علیہ غیر معین ہو قبولیت شرط نہیں ہے تو دوسری قسم میں جب موقوف علیہ معین ہو تو قبولیت کی شرط نہیں ہونی چاہئے۔

اس لئے بھی کہ ایک ایسا ازالہ ملک ہے جس کی وجہ سے مال وقف کی بیع، ھبہ اور میراث ممنوع ہو جاتی ہے تو یہ معاملہ عتق جیسا ہے اس میں قبول کی شرط نہیں ہونی چاہئے۔

وقف کا معاملہ ھبہ اور وصیت سے اس طرح مختلف ہے کہ وقف کسی معین کے مختص نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ بھی اس کا حق متعلق ہوتا ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے بلکہ مستقبل میں پیدا ہوں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ وقف کسی ایک معین شخص پر نہیں ہوتا بلکہ بہت سارے لوگوں پر ہوتا ہے تو گویا بظاہر شخص معین کی شکل میں بھی وقف علی الفقراء کی حیثیت میں ہوتا ہے لہذا کسی ایک فرد کے قبول نہ کرنے سے دوسرے کا حق تلف نہیں کیا جا سکتا۔

دوامِ وقف۔

حنفی مسلک۔

وقف دائمی ہوتا ہے یعنی ایک بار وقف قائم ہونے کے بعد اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

(۷۰) امام ابو یوسف کے نزدیک وقف میں تابید یعنی اس کا دائمی ہونا شرط نہیں ہے۔ اگر کسی نے کوئی جائیداد ایسی جہت پر وقف کی کہ اس کا انقطاع ممکن ہے تو بھی وقف جائز ہوگا مثلاً کسی نے اپنی جائیداد اپنی اولاد در اولاد پر وقف کی اور یہ نہ کیا کہ اگر کبھی کسی زمانے میں اولاد در اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو یہ وقف علی المساکین ہوگا تو یہ وقف جائز ہوگا۔

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ وقف میں اگر اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے تو وہ وقف علی المساکین ہوگا ورنہ تو شروع ہی سے وقف صحیح نہ ہوگا۔

اس لئے وقف تملیک کے بغیر زوال ملک کا موجب ہوتا ہے اور یہ عتق کی طرح دائمی ہوتا ہے یعنی ایسا جائز نہیں کہ کوئی شخص اپنے غلام کو چند دنوں کے لئے آزاد کردے اور پھر غلام بنا لے بلکہ ایک بار غلام کو آزاد کر دیا تو ہمیشہ کے لئے وہ آزاد ہو گیا اسی طرح وقف کا معاملہ ہے اور جس طرح بیع کے عقد

میں توقیت یعنی وقت کی حد بندی جائز نہیں کہ بیچنے والا کہے کہ یہ چیز میں نے چار دنوں کے لئے بیچی ہے چار دنوں کے بعد میری ہو گی تو یہ قید بیع کو باطل کر دے گی اس طرح وقت کی قید وقف کو بھی باطل کر دیتی ہے۔

امام ابو یوسف کا کہنا ہے کہ وقف سے مقصود تقرب الی اللہ ہوتا ہے جو قابل انقطاع جہت پر وقف کرنے سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ابتداء میں کچھ وقت منقطع کر لیا جائے تو اسکی انتہا پر وقف قائم ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ وقف کی آمدنی میری زندگی تک میرے اپنے لئے ہو گی تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر انتہا میں انقطاع آجائے تو بھی وقف جائز ہے حدیث میں " نفقته الرجل علی نفسه صدقته "یعنی کسی کا اپنے آپ پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔ اور صدقات کے سلسلے میں نبی مکرم کا فرمان ہے "ابداء بنفسک ثم بمن تعول" یعنی اپنے آپ سے شروع کر پھر گھر والوں کو دے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر اپنے آپ پر وقف کرے یا آمدنی اپنے لئے مخصوص کرے تو وقف باطل ہو گا اھل بصرہ کا بھی یہی مذھب ہے کیونکہ تقرب الہی ملک کو زائل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور آمدنی کل یا اس کا کچھ حصہ اپنے لئے مخصوص کرنے سے زوال ملک نہیں ہوتا اس لئے ایسی حالت میں وقف صحیح نہ ہو گا۔(۷۱)

شافعی مسلک۔

شافعی مسلک میں موقوف دوام الانتفاع ہوتا ہے۔(۷۲)

مالکی مسلک۔

مالکی مسلک میں وقف کا دائمی ہونا لازمی نہیں ہے کیونکہ مالکی فقہاء کے نزدیک اگر کوئی وقف کنندہ یہ شرط کرے کہ اگر وقف شدہ جائیداد پر کوئی ظالم مسلط ہو گیا تو یہ جائیداد اپنے اصل مالک یعنی وقف کنندہ کو لوٹ جائے گی اور اگر اس وقت وقف کنندہ فوت ہو چکا ہو تو اس کے ورثا کو لوٹ جائے گی تو یہ شرط جائز ہو گی اور اس پر عمل کیا جائے گا۔(۷۳)

اگر وقف کنندہ اپنی جائیداد مخصوص لوگوں کے لئے یا مخصوص مدت کے لئے وقف کرے تو

ان لوگوں کے فوت ہو جائے کے بعد اور اس مدت کے گذر جانے کے بعد وقف شدہ جائیداد اپنے اصل مالک یعنی وقف کنندہ کو لوٹ جائے گی اور اگر وہ زندہ نہ ہوا تو اس کے ورثا کی ملکیت ہو گی۔(۷۴)

❋✾❋

باب پنجم :

انعقاد وقف۔

حنفی مسلک۔

صاحب ہدایہ نے قدوری کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس وقت تک وقف منعقد نہیں ہوتا جب تک کہ وقف کنندہ اس کا ایسا مصرف نہ بتلا دے جو منقطع ہونے والا نہ ہو مثلاً فقراء اور مساکین، مگر امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اگر وقف کنندہ ایسا مصرف بیان کرے جو منقطع ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد کو مصرف بتلائے تو وقف منعقد ہو جائے گا اور اس مصرف کے منقطع ہو جانے کے بعد یہ وقف خود بخود فقراء کے لئے ہو جائے گا اگرچہ فقراء کا نام نہ لیا ہو۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ وقف لازم کرتا ہے کہ وقف کنندہ کی ملکیت زائل ہو جائے اس کے بغیر کہ کسی اور کی ملکیت میں دے اور یہ ہمیشہ رہنے والی چیز ہے جیسے غلام کو آزاد کرنا کہ اس کی آزادی دائمی ہوتی ہے اس لئے اگر وقف کنندہ ایسا مصرف بیان کرے جس کے منقطع ہونے کا احتمال ہے تو وقف کا تقاضا پورا نہ ہوا اس طرح اگر وقف کو خاص مدت تک محدود کر دیا جائے تو یہ حد بندی اس کو باطل کر دیتی ہے جیسے کہ بیع کسی وقت تک محدود نہیں کی جا سکتی مثلاً بائع کہے کہ یہ چیز میں بارہ دنوں کے لئے بیچتا ہوں تو یہ بیع منعقد نہ ہو گی۔

امام ابو یوسفؒ یہ دلیل دیتے ہیں کہ وقف کا مقصد اللہ جل شانہ کے حضور قرب حاصل کرنا ہے اور تقرب ایسی راہ میں صرف کرنے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے جو منقطع ہونے والی ہو اور نہ منقطع ہونے والی راہ میں صرف کرنے سے بھی قرب الٰہی میسر ہوتا ہے لہٰذا وقف بھی دونوں صورتوں میں منعقد ہو جائیگا۔

بعض مشائخ نے دونوں میں مطابقت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ وقف کا دائمی ہونا تو سب کے لئے متفقہ طور پر شرط ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس دوام کی حتمی صورت کو واضح طور پر بیان کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضروری نہیں ہے بلکہ وقف کرنے سے دوام خود بخود متصور ہو جاتا ہے۔ یعنی اولاد پر وقف کیا اور اولاد منقطع ہو گئی تو وقف خود بخود فقراء کے لئے ہو جاتا ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ امام شوکانی کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے وارث کو نقصان دیتے ہوئے اپنی جائیداد وقف کر دی تو ایسا وقف باطل ہو گا۔

اس پر صدیق حسن خاں نے وضاحت کی ہے کہ ایسے اوقاف جن کے ذریعے قطع رحمی کی گئی ہو اور صلہ رحمی کا حق ادا نہ کیا گیا ہو اور جس میں اللہ کی طرف سے فرض کئے گئے حصوں کی مخالفت کی گئی ہو مثلاً کوئی شخص اپنی اولاد میں سے بیٹوں کے لئے اپنی جائیداد وقف کر دے اور اپنی بیٹیوں کو اس سے خارج کر دے تو ایسا وقف منعقد نہ ہو گا۔(٧٥)

مالکی مسلک۔

مالکی فقہاء کے نزدیک صرف حبست اور وقفت کے الفاظ سے صراحتہً وقف منعقد ہوتا ہے ان کے علاوہ الفاظ استعمال کرنے سے اس وقت تک وقف منعقد نہیں ہوتا جب تک کہ ان کے ساتھ کوئی قید بیان نہ کی جائے۔(٧٦)

حنبلی مسلک۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ وقف منعقد کرنے کے لئے تین صریح الفاظ ہیں وقفتُ، حبستُ اور سبلتُ۔ اور وہ الفاظ جن سے کنایۃً وقف منعقد ہوتا ہے مندرجہ ذیل ہیں:

تصدقت، حرمتُ، ابدتُ،

اگر صریح الفاظ میں سے کوئی لفظ بھی بولا گیا تو وقف قائم ہو جائے گا کچھ اور ساتھ ملانے کی ضرورت نہ ہو گی الفاظ کنایہ میں سے صدقہ اور تحریم کے الفاظ مشترکہ ہیں اس لئے کہ صدقہ کا لفظ زکوٰۃ اور ھبہ کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور تحریم کا لفظ ظھار اور یمین کیلئے بھی مستعمل ہے اور تحریم علی نفسہ بھی ہو سکتی ہے اور تحریم علی غیرہ بھی ہو سکتی ہے لہٰذا ان الفاظ کے مطلق استعمال سے وقف منعقد نہ ہو گا یا تو ان کے ساتھ کوئی لفظ ملائے مثلاً کہے صدقۃً موقوفۃ یا محبستہ یا مسبلۃ یا محرمتہ یا موبدۃ وغیرہ یا ان الفاظ کے ساتھ ایسی صفت بیان کرے جو صفت وقف کی ہوتی ہے مثلاً کہے یہ صدقہ ہے نہ بیچا جائے

گانہ ھبہ کیا جائے گا اور نہ وراثت میں دیا جائے گا۔(۷۷)

انعقاد وقف بالقرائن۔

حنفی مسلک۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی زمین پر مسجد بنائی اور لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی تو وقف ہو گی۔امام ابو یوسف کا نظریہ ہے کہ خواہ وہاں پر کوئی نماز نہ پڑھے پھر بھی وقف ثابت ہو گا مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک وہاں پر باجماعت نماز ادا نہ کر لی جائے وہ جگہ وقف کے حکم میں نہیں آئے گی۔

حنبلی مسلک۔

امام قدامہ نے امام احمد بن حنبلؒ کا ظاہر مذہب بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وقف ایسا کام کرنے سے بھی منعقد ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وقف پر دلالت کرنے والے قرائن موجود ہوں مثلاً کسی نے مسجد بنائی اور لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی یا قبرستان بنایا اور لوگوں کو اس میں دفن کرنے کی اجازت دی تو یہ قرائن وقف کے انعقاد کے لئے کافی ہیں اس لئے کہ ابو داؤد کی روایت میں یہی حکم بتلایا گیا ہے کہ جس نے مسجد بنائی یا قبرستان بنایا اور لوگوں کو اس میں اجازت دی تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔(۷۸)

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ عرف میں اس طرح سے ہوتا آرہا ہے جس طرح مہمان کے سامنے کھانا لا کر رکھ دینا اس بات کے لئے کافی ہوتا ہے کہ مہمان کے لئے اس کے کھانے کی اجازت ہے ضروری نہیں ہوتا کہ میزبان لفظاً اس کا اظہار کرے۔البتہ وقف علی المساکین عادۃً بغیر لفظ کے قائم نہیں ہوتا۔(۷۹)

***

باب ششم۔

مال مشترک (مشاع) کا وقف۔

حنبلی مسلک۔

مال مشترک (مشاع) کے وقف کے بارے میں الھدایہ میں کہا گیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشاع کا وقف جائز ہے۔ اس لئے اس بارے میں قبضہ کا معاملہ رکاوٹ بنتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف کیلئے قبضہ شرط نہیں ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک مشاع کا وقف جائز نہیں ہے کیونکہ جائیداد تقسیم کئے بغیر قبضہ مشکل ہے اور ان کے نظریے میں وقف کے لئے قبضہ شرط ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب جائیداد قابل تقسیم ہو جائے اور اگر جائیداد قابل تقسیم نہ ہو تو امام محمدؒ کہتے ہیں کہ ھبہ اور صدقہ پر قیاس کر کے اس کو جائز قرار دیا جائے گا۔

اگر مشترکہ جائیداد میں سے کسی نے اپنا حصہ مسجد کے لئے یا مقبرے کے لئے وقف کر دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی جائز نہیں اس لئے کہ مسجد کا معاملہ خالصتاً اللہ کے لئے ہوتا ہے اور اشتراک اس خلوص کی راہ میں مانع ہے اور اس میں باری مقرر کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ ایک سال وہاں نماز پڑھی جائے یا مردے دفن کئے جائیں اور دوسرے سال وہاں زراعت کی جائے۔

اگر مسجد و مقبرے کے علاوہ کوئی وقف قائم کیا جائے تو تقسیم کے بغیر اس پر عمل درآمد ممکن ہے کہ اس سے محصولات اور منافع حاصل کر کے وقف کنندہ کا حصہ وقف کیا جائے۔

اگر ایک شخص نے ایک مکمل قطعہ زمین وقف کیا بعد میں ثابت ہوا کہ اس کا کوئی جزء کسی اور شخص کا حق ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک پورا وقف باطل ہو گا۔ اگر وقف کرتے وقت شیوع یعنی اشتراک

ملکیت نہ تھا اور بعد میں اشتراک پیدا ہوا تو وقف باطل نہ ہوگا۔ ہاں اگر دوسرے شخص کا حصہ متعین ہو اور علیحدہ ممتاز ہو تو صرف اسی حصے کا وقف باطل ہوگا اور باقی جائیداد میں وقف قائم رہے گا۔ (۸۰)

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال مشاع کا وقف اس وجہ سے بھی جائز ہے کہ وہ اس کو عتق (غلام کی آزادی) پر قیاس کرتے ہیں اور شیوع یعنی اشتراک عتق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

اگر کوئی زمین دو افراد کی ملکیت ہو اور وہ دونوں اس کو وقف کر دیں اور وہ زمین ولی وقف کے حوالے کر دیں تو یہ جائز ہے اس صورت میں اشتراک والی شکل درپیش نہیں ہے کیونکہ دونوں مالکان نے مل کر ساری زمین کو وقف کیا ہے اور قبضہ متولی وقف کو دے دیا ہے۔

اگر دونوں نے اپنی زمین کسی ایک پر صدقہ موقوفہ کر دی اور اس پر دو متولی مقرر کئے گئے دونوں نے اپنے اپنے حصے پر قبضہ لیا تو بھی جائز ہے اس لئے کہ دونوں متولیوں میں سے ہر ایک وکیل ہوگا اس طرح دونوں وکیلوں کا قبضہ اگرچہ صورۃً متفرق ہے مگر حکماً متحد ہے (۸۱)

اگر زمین دو افراد کی ہو ان میں سے ایک اپنا حصہ اپنی اولاد در اولاد پر وقف کرے کہ اگر ان میں سے کوئی نہ رہے تو پھر اس زمین کا غلہ مساکین کے لئے خرچ کیا جائے اور دوسرا شخص اپنا حصہ اپنے بھائیوں اور گھر والوں پر وقف کرے اور یہ کہ اگر ان میں سے کوئی نہ رہے تو اس زمین کا غلہ حج کرانے کے لئے خرچ کیا جائے اور دونوں ساری زمین پر ایک متولی وقف مقرر کر کے قبضہ اس کے حوالے کر دیں تو بھی جائز ہے اس لئے کہ ایک متولی کے قبضے میں ساری زمین دی گئی ہے اگرچہ صدقہ کی جہتیں مختلف ہیں مگر قبضے میں وحدت ہے اور اشتراک نہیں ہے۔ (۸۲)

حنبلی مسلک۔

حنبلی مسلک میں مال مشترک (مشاع) کا وقف جائز ہے اور جواز کی بنیاد یہ حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ کو غزوہ خیبر میں جو حصہ ملا آپ نے اس کو وقف کر دیا۔ یعنی مال مشترک (مشاع) میں سے کوئی شخص اپنا حصہ وقف کر دے تو جائز ہے وقف میں بنیادی چیز اصل مال کو روکنا اور منفعت کو دیدینا ہوتا ہے اور یہ مقصد مال مشاع سے حاصل ہو سکتا ہے۔ (۸۳)

شافعی مسلک۔

امام شافعیؒ بھی مال مشاع کے وقف کو جائز قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اس کے جواز کے لئے حضرت عمرؓ کے اس عمل کو بنیاد بنایا ہے کہ انہوں نے خیبر میں حاصل کردہ اپنے حصص کو وقف کر دیا اور حضرت نبی مکرمؐ نے اس کو تسلیم فرمایا۔(۸۴)

الشیخ محمد الشربینی الخطیب لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے ظاہر کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مال مشاع کو بطور مسجد وقف کرنا بھی صحیح ہے اور ابن الصلاح نے اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ بہ حالت جنبیت ایسی مسجد میں ٹھیرنا حرام ہے اور اس مال کی تقسیم واجب ہے تاکہ مسجد کا راستہ متعین کیا جاسکے البارزی نے فتویٰ دیا ہے کہ جب تک زمین تقسیم نہ ہو جائے ایسی مسجد میں جنبی کا ٹھیرنا جائز ہے ۔جیسے کہ دیگر سامان کے ساتھ قرآن مجید کا اٹھانا جنبی کے لئے جائز ہے مگر امام سبکی نے اس پر اعتراض کیا ہے یعنی سامان کے ساتھ قرآن مجید کو اٹھانے کے معاملے پر اس مسجد میں جنبی کے ٹھیرنے کو قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ سامان اٹھانے والے کو قرآن اٹھانا اصل مقصود نہیں ہوتا۔(۸۵)

مالکی مسلک۔

مالکی فقہا کے نزدیک مال مشاع کا وقف جائز ہے ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی نے الدردیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر مال شاع ایسا ہو کہ اسکی تقسیم کی جاسکے تو اس کا وقف جائز ہے اور اگر دوسرا شریک آمادہ ہو تو وقف کنندہ کو جائیداد کی تقسیم پر مجبور کیا جائے گا۔

اگر مال نا قابل تقسیم ہو تو دو قول ہیں اور ایک قول کے مطابق اس مال کا وقف صحیح ہے اور دوسرے شریک کی مرضی سے وقف کنندہ کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنا حصہ فروخت کر دے اور اس کا ثمن وقف ہو گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مال کی تقسیم مال کی بیع ہوتی ہے اور بیع وقف میں جائز نہیں ہے الدسوقی نے اس کا جواب دیا ہے کہ تقسیم اپنے حق کو ممتاز اور واضح کرنے کے لئے ہوتی ہے اس کو بیع قرار نہیں دیا جاسکتا اور جہاں تک وقف کی بیع کا تعلق ہے تو جو وقف معین ہو اس کی بیع ممنوع ہے۔(۸۶)

✽✽✽

باب ہفتم۔ موقوف علیہ

وقف علی النفس

حنفی مسلک۔

اگر وقف کنندہ وقف جائیداد کے منافع اپنے لئے مختص کر دے تو بھی جائز ہے یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ کچھ منافع اپنی حیات تک اپنے لئے مختص کرے اور اس کی موت کے بعد عام فقراء کے لئے وقف کرے تو بھی جائز ہے اور اگر تمام منافع اپنی زندگی تک اپنے لئے اور مرنے کے بعد عام فقراء کے لئے وقف کرے تو بھی جائز ہے۔(۸۷)

امام محمدؒ اس کو جائز قرار نہیں دیتے وہ کہتے ہیں کہ وقف خیرات (تبرع) ہے جس میں کسی کو منافع کی تملیک کی جاتی ہے اگر منافع میں سے کچھ یا کل اپنے لئے مختص کرے تو وقف باطل ہو گا کیوں کہ اپنے آپ کو اپنی چیز کا مالک بنانا نہیں ہوتا۔(۸۸)

امام ابو یوسفؒ نبی اکرم ﷺ کا عمل بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے صدقہ موقوفہ میں سے خود بھی کھایا کرتے تھے۔ جہاں تک تملیک ممکن ہے کہ وقف کنندہ اللہ تعالیٰ کو تملیک کا تعلق ہے تو وقف میں اللہ جل شانہٗ کو مالک بنایا جاتا ہے وقف علی النفس میں یہ تملیک ممکن ہے کہ وقف کنندہ اللہ تعالیٰ کو تملیک کرے اور منافع اپنے لئے مختص کرے یعنی اس میں اپنے آپ کو مالک بنانے والی بات نہیں ہے مثلاً کوئی شخص گھر بنائے پانی کی ٹینکی وغیرہ بنائے یا اپنی زمین کو قبرستان بنائے اور یہ شرط کر دے کہ وہ خود اس مکان میں قیام کرے گا یا اس ٹینکی وغیرہ سے پانی لے گا اس قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا تو یہ سب جائز ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

"نفقته الرجل علی نفسه صدقته"

یعنی کسی کا اپنے آپ پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔(۸۹) نیز ملاحظہ فرمائیں المبسوط=۱۲:۴۱)

مالکی مسلک۔

مالکی مسلک میں بھی وقف علی النفس جائز نہیں ہے چاہے وقف کنندہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرلے۔ جس دوسرے کو وقف میں شریک کرے گا اس کے لئے وقف جائز ہوگا خواہ خود کو ترتیب میں دوسرے سے مقدم رکھے موخر رکھے یا درمیان میں رکھے یعنی یوں کہے کہ یہ جائیداد فلاں پر وقف ہے پھر مجھ پر وقف ہے یا کہے کہ یہ جائیداد خود مجھ پر وقف ہے پھر فلاں شخص پر وقف ہے یا اس طرح کہے کہ یہ میری جائیداد فلاں پر وقف ہے پھر مجھ پر وقف ہے اور پھر فلاں تیسرے شخص پر وقف ہے ہر صورت میں وقف علی النفس جائز نہیں مگر دوسرے کے لئے وقف جائز ہے۔(۹۰)

شافعی مسلک۔

شافعی مسلک میں اپنے آپ پر وقف کرنا جائز نہیں۔ الشیخ محمد الشر بینی الخطیب لکھتے ہیں کہ اپنے آپ پر وقف کرنا اس لئے جائز نہیں کہ کوئی شخص اپنے آپ کو اپنی ہی ملکیت کا مالک بنائے تو یہ متعذر ہے اور تحصیل حاصل ہے جب کہ تحصیل حاصل محال ہے۔

اگر کوئی شخص فقراء پر مال وقف کرے اور یہ شرط رکھے کہ وہ بھی ان فقراء کے ساتھ وقف شدہ مال کے منافع میں شریک ہوگا تو یہ شرط فاسد ہے اور حضرت عثمانؓ نے بئر رومہ وقف کرتے ہوئے کہا تھا کہ میرا ڈول بھی دیگر مسلمانوں کی طرف اس کنویں میں ہوگا تو یہ وقف کے لئے شرط کے طور پر نہیں کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ میں بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اس سے پانی لوں گا جیسے کہ کوئی شخص اپنی زمین مسجد کے لئے وقف کرے اور خود بھی اس مسجد میں نماز ادا کرے تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے اگر کسی نے اپنی جائیداد اپنے آپ پر وقف کردی اور حاکم نے اس کا حکم جاری کردیا تو اس کا حکم نافذ العمل ہوگا۔

اگر کسی نے اپنی جائیداد فقراء پر وقف کردی اور پھر خود بھی بعد میں فقیر ہوکر رہ گیا تو اس وقف کی آمدنی میں دیگر فقراء کے ساتھ شریک ہوسکے گا۔(۹۱)

حنبلی مسلک۔

حنبلی مسلک میں بھی وقف علی النفس جائز نہیں ہے(۹۲)البتہ بعض فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔(۹۳)

نوٹ! وقف علی النفس پر تمام آراء معلوم کرنے کے بعد میرے ذہن میں یہ خیال گذرتا ہے کہ اس کا کم از کم ایک مفید پہلو ضرور ہے وہ یہ کہ کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کے مرنے بعد اس کے ورثا یا وہ لوگ جن کے ہاتھ اس کی جائیداد لگے گی وہ اس جائیداد کو غلط مقاصد کے لئے خرچ کریں گے وہ چاہتا ہے کہ اس کی جائیداد ان ہاتھوں سے بچ کر اچھے کام میں خرچ کی جائے تو وہ اس کو اس طرح وقف کرتا ہے کہ زندگی میں اپنی ضرورت اس سے پوری کرتا ہے مگر بعد از موت وقف علی الفقراء ہو جائے۔اگر وہ وصیت کرے تو شرعاً صرف ایک تہائی مال میں وصیت نافذ ہوتی ہے اس لئے وہ وقف علی الفس کی راہ اختیار کرتا ہے۔

وقف علی الاولاد۔

حنفی مسلک۔

اپنی جائیداد اپنی اولاد پر وقف کرے جائز ہے اگر کسی نے اپنا مال اپنے ولد پر وقف کیا اور اس وقت اس کی صلبی اولاد موجود نہ تھی البتہ بیٹے کی اولاد موجود تھی تو یہ وقف انہیں کے لئے ہو گا اور ظاہر الروایۃ کے مطابق بیٹی کی اولاد اس میں شامل نہ ہو گی مگر امام محمدؒ کے نزدیک بیٹی کی اولاد بھی شامل ہو گی۔

اگر بعد میں اس کا صلبی ولد پیدا ہو جائے تو مال موقوف اس کے لئے ہو گا۔اگر وقف کنندہ نے کہا کہ اسکا مال اس کے ولد اور ولد الولد پر وقف ہے تو اس میں اس کی صلبی اولاد بیٹوں کی اولاد اور بیٹیوں کی اولاد شامل ہو گی۔

اگر وقف کنندہ نے کہا کہ میرا مال میرے بیٹوں پر وقف ہے تو مال اسکے بیٹوں پر وقف ہو گا دو

ہوں یا زیادہ اور اگر بیٹا صرف ایک ہو تو آدھا مال بیٹے پر اور دوسرا آدھا فقراء پر وقف ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میرا مال میرے محتاج بیٹوں پر وقف ہے اور محتاج بیٹا صرف ایک ہو تو آدھا مال اس بیٹے پر اور بقیہ آدھا فقراء پر وقف ہوگا اگر وقف کنندہ نے اپنی بیٹیوں پر وقف کہا تو بیٹے شامل نہ ہوں گے۔

وقف کنندہ نے اپنی اولاد پر مال وقف کیا اور مال کی آمدنی حاصل ہونے کے بعد چھ ماہ کی مدت مکمل ہونے سے پہلے اس کا اور بچہ پیدا ہو گیا تو وہ اس آمدنی میں شریک ہوگا اور اگر چھ ماہ مکمل ہو گئے وہ بچہ بعد میں پیدا ہوا تو اس آمدنی میں شریک نہ ہوگا۔

اگر آمدنی حاصل ہونے کے بعد مگر تقسیم سے پہلے کوئی بچہ مر گیا تو اسکا حصہ اس کے ورثا کو دیا جائے گا۔(۹۴)

مالکی مسلک۔

اگر وقف کنندہ نے اپنی ذریت پر مال وقف کیا تو اس میں بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد بھی شامل ہو گی اس طرح اگر کہے کہ وقف میری اولاد اور ان کی اولاد پر ہے تو بھی بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد شامل ہو گی اور اگر کہے میری ولد اور میری ولد کی ولد پر وقف ہے تو بیٹیوں کی اولاد شامل نہ ہو گی اور ابوالحسن کا قول ہے کہ اس صورت میں بھی بیٹیوں کی اولاد شامل ہو گی۔

اگر وقف کنندہ کہے میرے بیٹوں اور ان کے بیٹوں پر وقف ہے یا کہے کہ میری نسل پر وقف ہے تو بیٹیوں کی اولاد شامل نہ ہو گی۔(۹۵)

شافعی مسلک۔

اپنی اولاد پر وقف کرنا صحیح ہے اگر ان میں سے کوئی زندہ نہ بچے تو وقف کنندہ کے قریبی رشتہ داروں پر وقف کی آمدنی خرچ کی جائے گی۔

اگر وقف کنندہ کہے کہ مستقبل میں جو میری ولد ہو گی یہ وقف اس کے لئے ہے تو یہ وقف باطل ہوگا اس لئے کہ وقف کرتے وقت کوئی بھی موقوف علیہ موجود نہیں ہے۔

اگر وقف کنندہ کہے کہ میں نے فلاں مال اپنی اولاد اور اپنی اولاد کی اولاد پر وقف کیا تو اس میں سب لوگ برابر شریک ہوں گے۔ اگر چہ علمائے نحو کے نزدیک "واؤ" ترتیب کے لئے ہوتی ہے مگر

علمائے اصول فقہ کے نزدیک "واؤ" صرف جمع کرنے کے لئے ہوتی ہے لھذا اس وقف میں اولاد اور اولاد کی اولاد برابر شریک ہوں گے اولاد کو اولاد کی اولاد پر اولیت حاصل نہ ہو گی۔(۹۶)

اگر وقف کنندہ "ثم" یعنی پھر کا لفظ استعمال کرے تو ترتیب مراد ہو گی۔

اگر صرف "میری اولاد" کہا تو اس میں اولاد کی اولاد شامل نہ ہو گی۔ اور اگر ذریت اور نسل اور عقب اور اولاد کی اولاد کے الفاظ استعمال کئے تو اس وقف میں بیٹیوں کی اولاد شامل ہو گی۔

بیٹوں اور بیٹیوں پر کئے گئے وقف میں خنثیٰ بھی شامل ہو گا اس لئے کہ وہ ان سے خارج نہیں ہو تا اور اگر صرف بیٹوں اور بیٹیوں پر وقف کیا تو خنثی شامل نہ ہو گا اور وقف کنندہ اس کی مذمت کر دے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

اگر ولد پر وقف کیا تو جو بچہ حمل میں ہے وہ اس میں شامل نہ ہو گا کیونکہ انفصال سے قبل اس کو ولد نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ پیدا ہو جانے کے بعد وقف کی آمدنی کا حصہ دار ہو گا۔(۹۷)

حنبلی مسلک۔

وقف علی الاولاد جائز ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی ولد پر وقف کیا تھا اور حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی ولد پر وقف کیا تھا۔

اگر کسی نے اپنا مال اپنی اولاد پر وقف کیا تو اس میں اس کے بیٹے اور ان کی اولاد شامل ہو گی۔ اس وقف میں وقف کنندہ کی بیٹیاں بھی شامل ہوں گی مگر بیٹیوں کی اولاد شامل نہ ہو گی اس لئے کہ وہ دوسرے مرد کی اولاد ہوتی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے :"(یو صیکم اللّٰہ فی اولاد کم للذکر مثل حظ الانثیین)"

یہاں اولاد میں بیٹوں کی اولاد بھی شامل ہے اور اس طرح آیۃ قرآنی " ولا بویہ لکل واحد منھما السدس مما ترك ان كان له ولد" میں بھی بیٹوں کی اولاد شامل ہے(۹۸)

ابن قدامہ نے قاضی اور اس کے اصحاب کا نظریہ بیان کیا ہے کہ ولد میں پوتے شامل نہیں ہوتے اس لئے کہ ولد سے حقیقتاً اور عرفاً صرف صلبی اولاد مراد ہوتی ہے پوتوں کو مجازاً اولاد کہا جاتا ہے حقیقتاً نہیں کہا جاتا

اگر وقف کنندہ یہ کہے کہ یہ وقف میری ولد اور ولد کے ولد پر ہے تو صرف ایک بطن کے پوتے شامل ہوں گے یعنی پوتوں کی اولاد شامل نہ ہو گی اور اگر کہے کہ میری ولد، ولد کی ولد اور ولدِ ولد کی ولد پر وقف

ہے تو اس میں صرف پہلے اور دوسرے بطن کی اولاد شامل ہو گی اس کے بعد والے شامل نہ ہو گے۔

اگر وقف کنندہ کہے کہ یہ مال فلاں کے ولد پر وقف ہے اور وہ قبیلہ ہوں جس میں اس کی صلبی اولاد نہ ہو تو بلا اختلاف یہ وقف پوتوں پر ہو گا۔

اگر وقف کنندہ اپنے وقف میں اولاد کے مختلف درجات کی حد بندی کر دے تو پہلے درجے والوں کے ہوتے ہوئے دوسرے درجہ والوں کو کچھ نہ ملے گا۔(۹۹)

وارث پر وقف۔

مالکی مسلک۔

اگر وقف کنندہ اپنی مرض الموت میں اپنے وارث پر مال وقف کر دے تو یہ وقف نہ ہو گا بلکہ اس کو وصیت کی شرعی حیثیت حاصل ہو گی اور وصیت کے لئے شرعی قانون یہ ہے کہ " لا وصیتہ لوارث "یعنی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہوتی لہذا یہ وقف باطل ہو گا۔

اس کے علاوہ یعنی وقف کنندہ مرض الموت کے علاوہ اگر اپنے کسی وارث پر اپنا مال وقف کر دے تو جائز ہے۔(۱۰۰)

غیر مسلم پر وقف۔

حنفی مسلک۔

حنفی مسلک میں اھل الذمہ پر وقف کرنا جائز ہے اس لئے کہ اھل الذمہ پر صدقہ کرنا بھی باعث ثواب اور تقرب ہے۔ اس لئے صدقہ فطر اور کفارات اہل ذمہ کو دیے جاسکتے ہیں۔

اگر کوئی مال ذمیوں پر یعنی ذمیوں میں سے جو فقراء ہیں ان پر وقف کیا گیا اور وقف کنندہ نے اس کو مطلق اھل الذمہ فقراء کے لئے وقف کیا مسلمانوں کا ذکر نہ کیا تو اس مال میں سے مسلمانوں کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر متولی وقف اس میں سے کچھ مسلمان فقراء کو بھی دیدے تو اس پر ضمان عائد کی جائیگی۔(۱۰۱)

مالکی مسلک۔

مالکی مسلک میں بھی ذمیوں پر وقف کرنا جائز ہے۔(۱۰۲)

شافعی مسلک۔

الشیخ محمد الشربینی الخطیب لکھتے ہیں کہ اھل الذمہ پر وقف کرنا جائز نہیں اس لئے جس وقف میں ثواب اور قرب الٰہی ظاہر نہ ہو وہ وقف جائز نہیں اس حساب سے اغنیاء پر اور اھل الذمہ پر وقف کرنا جائز نہیں نہ ہی کسی مرتد اور حربی پر وقف کرنا جائز ہے (۱۰۳)

حنبلی مسلک۔

ابن قدامہ المقدسی لکھتے ہیں کہ اھل الذمہ پر وقف کرنا صحیح ہے اس لئے کہ وہ ایسی ملکیتوں کے مالک ہوتے ہیں جن کا احترام شرعاً سب کے لئے ضروری ہے اور ان پر صدقہ کرنا جائز ہے تو ان پر وقف کرنا بھی اس طرح جائز ہے جس طرح مسلمانوں پر وقف کرنا جائز ہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ سیدہ صفیہ بنت حیئ ام المومنینؓ نے اپنے بھائی پر مال وقف کیا تھا جب کہ وہ یہودی تھا جس طرح ایک ذمی دوسرے ذمی پر مال وقف کر سکتا ہے اس طرح مسلمان بھی ذمی پر مال وقف کر سکتا ہے اگر غیر مسلموں کی عبادت گاہوں میں ٹھیرنے والے لوگوں پر مال وقف کیا جائے تو بھی جائز ہے۔(۱۰۴)

باب ہشتم۔

غیر مسلموں کی طرف سے وقف

حنفی مسلک۔

اگر کوئی ذمی (اسلامی ریاست کا غیر مسلم شہری) اپنے بچے اور اس کی نسل پر وقف کرے تو یہ جائز ہے اور اگر یہ کہے کہ اس کی نسل باقی نہ رہنے کی شکل میں یہ جائیداد مساکین کے لئے وقف ہو گی تو بھی جائز ہے اور اس صورت میں جب کہ وقف کنندہ نے مساکین کو مطلق رکھا ہو اگر مسلمان اور غیر مسلم مساکین کو اس وقف کی آمدنی میں سے دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ (۱۰۵)

اگر وقف کنندہ نے صرف ذمی مساکین کے لئے مال وقف کیا تو بھی جائز ہو گا اور اس سلسلے میں یہود نصاری اور مجوس کے مابین فرق کیا جائے گا وقف کسی اور صنف پر خرچ کرے تو وہ ضامن ہو گا اگر چہ ہمارا قول یہی ہے کہ کفر سارا ایک ہی ملت ہے۔

اگر کسی ذمی نے اپنے بیٹے اور اس کی نسل پر مال وقف کیا اور یہ شرط عائد کی کہ اس کی نسل میں سے جو مسلمان ہو جائے گا وہ اس وقف سے فائدہ اٹھانے والوں میں سے خارج ہو گا تو یہ شرط لازمی ہو گی۔ اس طرح اگر کوئی عیسائی یہ شرط عائد کرے کہ جو شخص دین نصرانیت سے نکل کر کوئی اور دین قبول کرے گا وہ اس وقف سے خارج ہو گا تو بھی یہ جائز ہے۔ (۱۰۶)

امام حصاف واقدی کا قول نقل کرتے ہیں کہ مخیریق یہودی تھا (۱۰۷) مگر غزوہ احد میں مسلمانوں کی طرف سے قتال کیا اور قتل کیا گیا اس کے اموال نبی اکرمؐ نے وقف فرما دئے اس سے بھی غیر مسلموں کے اموال وقف کرنے کا جواز ملتا ہے۔

(نوٹ! ابن اسحاق اور ابن ھشام روایت کرتے ہیں کہ مخیریق مرنے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔

مالکی مسلک۔

ابو البرکات احمد الدردیر نے وقف کنندہ کی اہلیت کے ضمن میں جو اوصاف لکھے ہیں ان میں

مسلمان ہونا درج نہیں ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ غیر مسلم بھی وقف کر سکتا ہے۔(۱۰۸)

اگر کوئی کافر مسجد کے لئے یا مدرسہ وغیرہ جیسی چیزوں کے لئے وقف کرے جن کا مقصد صرف تقرب اور اخروی ثواب ہوتا ہے تو یہ وقف باطل ہوگا البتہ کوئی بھی ذمی اپنے دینی مراکز کے لئے وقف کر سکتا ہے(۱۰۹)

شافعی مسلک۔

کسی کافر کی طرف سے مال وقف کرنا جائز ہے چاہے وہ کافر اپنا مال مسجد کے لئے وقف کرے اور وہ اس کو ثواب نہ جانتا ہو(۱۱۰)

حنبلی مسلک۔

اھل الذمہ اپنا مال وقف کر سکتے ہیں البتہ جن چیزوں کے لئے مسلمان وقف نہیں کر سکتا کوئی ذمی بھی ان چیزوں کے لئے وف نہیں کر سکتا۔

امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک عیسائی نے اپنی وصیت میں کہا کہ اس کا غلام پانچ سال تک عبادت گاہ کی خدمت کرے گا اور پھر آزاد ہوگا۔وہ عیسائی مر گیا اس کے غلام نے ایک سال عبادت گاہ کی خدمت سرانجام دی پھر غلام مسلمان ہو گیا تو وہ آزاد ہوگا البتہ بقیہ سال عبادت گاہ کے خادم کی اجرت ادا کرے گا۔ایک روایت میں ہے کہ وہ غلام اس عیسائی کے مرتے ہی آزاد ہوگا۔(۱۱۱)

***

باب نہم۔ متولی وقف

متولی وقف کی صفات

حنفی مسلک۔

متولی وقف کے لئے عام طور پر فقہانے مندرجہ ذیل صفات کا حامل ہونا لازمی قرار دیا ہے۔

(۱) عقل (۲) بلوغ (۳) عدالت (۴) کفایت (۵) اسلام۔

اسلامی احکام کا مکلف ہونے کے لئے عقل شرط قرار دی گئی ہے ایک شخص جو اپنی عقل کھو کر مجنون ہو چکا ہے اس پر نماز روزہ کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تو کس طرح اس کو کسی ذمہ داری کا اھل قرار دیا جا سکتا ہے۔

کسی مجنون شخص کو وقف جائیداد کا متولی نہیں بنایا جا سکتا اور اگر کوئی متولی وقف بعد میں اپنی عقل کھو بیٹھے تو وہ وقف کی ولایت سے معزول کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص متواتر بغیر انقطاع کے ایک ماہ تک مجنون رہے تو سمجھا جائے گا کہ وہ مجنون ہے۔

اگر وہ شخص جنون سے شفا پا کر صحت یاب ہو جائے تو دو صورتیں ہیں اگر وقف کنندہ نے اس کو متولی بنانے کی شرط رکھی تھی تو اس کو دوبارہ متولی بنایا جا سکے گا اور اگر عدالت نے اس کو متولی مقرر کیا تھا تو پھر اس کو دوبارہ متولی نہیں بنایا جائے گا۔ (۱۱۲)

اسی طرح بلوغ کا معاملہ ہے کہ نابالغ بچہ نماز روزے کا بھی مکلف نہیں ہوتا اسی لئے اس کو وقف کا متولی نہیں بنایا جا سکتا۔

متولی وقف کا عادل ہونا اور عادل رہنا دونوں ضروری ہیں اگر متولی وقف عادل تھا مگر بعد میں اس امانت میں خیانت کی تو خیانت ثابت ہونے پر وہ متولی وقف ہونے کا اھل نہ ہو گا۔

کفایۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ وقف جائیداد کو سنبھالنے اور اس کا نظم و نسق چلانے پر قدرت رکھتا ہو البتہ فقہائے احناف اس کو اولی ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں۔ (۱۱۳)

جہانتک اسلام کا تعلق ہے تو اگر موقوف علیہ مسلمان ہو تو اس وقف جائیداد کا متولی مسلمان ہی ہو گا کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے "ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا" (النساء: ۱۴۱) فقہائے احناف اس کو صحت تولیت کے لئے شرط قرار نہیں دیتے۔

متولی وقف کا تقرر۔

حنفی مسلک۔

اگر وقف کنندہ خود کو متولی وقف بنائے تو جائز ہے۔ یہ ظاہر المذھب کے مطابق ہے اگر وقف کنندہ خود کو متولی بنانے کی شرط نہ رکھے تو پھر وہ متولی نہ ہو گا۔ چونکہ وقف کے معاملے میں وقف کے صحیح ہونے کے لئے لازمی شرط ہے کہ مال موقوف ناظم وقف کے حوالے کر دیا جائے اس لئے اگر وقف کنندہ نے مال موقوف کسی اور کے حوالے کر دیا تو پھر اس کو مال موقوف پر ولایت (حق تصرف) حاصل نہ ہو گی امام محمد کا یہی قول ہے۔

متولی اپنی طرف سے خود اپنی شرط کی وجہ سے متولی وقف بنتا ہے جب کہ کوئی دوسرا وقف کنندہ کے متولی بنانے سے متولی بنتا ہے اس لئے خود وقف کنندہ متولی بننے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ (۱۱۴)

بعض علما کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اگر جائیداد موقوفہ مسجد کی صورت میں ہو تو اس کے لئے متولی ضروری نہیں ہوتا لہذا مسجد کے معاملے میں کسی کو قبضہ دینے کی حاجت بھی نہیں ہوتی مگر جواب میں کہا جاتا ہے کہ مسجد کیلئے بھی متولی کی حاجت ہوتی ہے تاکہ وہ اس کی صفائی اور حفاظت وغیرہ کا ذمہ دار ہو اس لئے اگر وقف کنندہ متولی مسجد کو قبضہ دیدے تو صحیح ہو گا۔ (۱۱۵)

مالکی مسلک۔

وقف کنندہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے وقف کردہ مال پر کسی کو متولی بنائے اگر وہ کسی کو متولی مقرر کر دے تو اس سے انحراف جائز نہ ہو گا۔

اگر وقف کنندہ کی زندگی میں متولی وقف فوت ہو جائے تو وقف کنندہ اس کی جگہ کسی اور کو متولی بنانے کا حق دار ہو گا اور اگر وقف کنندہ بھی مر گیا ہو تو وقف کنندہ کا وصی کسی کو متولی نامزد کرے گا

اگر کوئی وصی نہ ہو تو پھر حاکم وقت کسی کو اس موقوفہ جائیداد کا متولی مقرر کرے گا۔(۱۱۶)

شافعی مسلک۔

وقف کنندہ کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو خود کو مال موقوف کا متولی بنائے اور چاہے تو کسی اور کو متولی مقرر کرے۔

اگر وقف کنندہ اس سلسلے میں خاموش ہو تو قاضی کو اختیار ہو گا کہ وہ کسی کو متولی مقرر کر دے(۱۱۷)

وقف کنندہ جب ایک بار اپنے علاوہ کسی کو متولی مقرر کرے تو پھر دوبارہ اس کو متولی مقرر کرنے کا حق نہیں دیا جاتا یعنی اگر وقف کنندہ کی طرف سے مقرر کردہ متولی معزول ہو جائے تو پھر متولی مقرر کرنے کا اختیار عدالت کو حاصل ہوتا ہے وقف کنندہ کو نہیں ہوتا۔(۱۱۸)

حنبلی مسلک۔

وقف کنندہ کی شرائط کے مطابق وقف کا متولی مقرر کیا جائے گا اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے ام المومنین سیدہ حفصہؓ کو اپنے وقف پر متولیہ مقرر کیا تھا اگر وقف کنندہ خود کو متولی مقرر کردے تو یہ بھی جائز ہے موقوف علیہ کو بھی متولی بنایا جاسکتا ہے اگر یہ کہیں کہ مال موقوف کی ملکیت موقوف کے لئے ہوتی ہے تو وہی متولی وقف بنے گا کیونکہ وہ اس مال کے عین اور نفع کا مالک ہے اور اگر یہ کہیں کہ اس کی ملکیت اللہ کے لئے ہوتی ہے تو پھر مسلمانوں کا حاکم اس مال موقوف کا متولی ہو گا۔(۱۱۹)

اگر موقوف علیہ کو متولی بنایا جائے تو زیادہ بہتر ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، عادل ہو یا فاسق اس نے اپنے ہی حقوق کی حفاظت کرنی ہے یہ ممکن ہے کہ اگر موقوف علیہ فاسق ہو تو اس کے ساتھ ایک امین کو شامل کیا جائے تاکہ مال کی حفاظت ہو سکے اگر ایک گروہ موقوف علیہ ہو اور وہ لوگ سمجھ دار ہوں تو ان میں سے ہر ایک اپنے حصے کا متولی ہو گا اگر موقوف علیہ کم سن یا کم عقل ہو یا مجنون ہو تو اس کا قائم مقام متولی مقرر کیا جائے گا۔(۱۲۰)

متولی وقف کے اختیارات

حنفی مسلک۔

متولی وقف مسجد کی خدمت کے لئے یعنی صفائی وغیرہ کے لئے اجرت پر خادم رکھ سکتا ہے اس کو عام رواج کے مطابق اجرت دی جائے گی اگر زیادہ اجرت دی گئی تو متولی پر ضمان عائد ہو گی یا زائد رقم متولی اپنی جیب سے ادا کرے گا اگر خادم کو خبر ہو کہ وہ زائد اجرت لے رہا ہے جو حلال نہیں ہے تب بھی متولی اس کا ذمہ دار ہو گا۔

مال وقف کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے حاجت کے مطابق اس پر خرچ کر سکتا ہے مسجد کی وقف سے ہونے والی آمدنی مسجد کی ضروریات مثلاً صفائی، پانی بجلی وغیرہ کے لئے خرچ کی جا سکتی ہے اگر کسی نے کوئی چیز مسجد کی تعمیر کے لئے دی تو مسجد کا متولی اس کو کسی اور مقصد کے لئے خرچ نہیں کر سکتا۔

متولی کسی انتہائی ضرورت کے بغیر وقف پر قرض نہیں لے سکتا انتہائی ضرورت کے لئے بھی قاضی کے حکم پر قرض لے سکتا ہے مثلاً وقف زرعی اراضی کی کاشت کے لئے بیج لینا ضروری ہے تو قاضی کے حکم سے بیج بطور قرض لے سکتا ہے۔(۱۲۱)

دار الوقف کو رہن نہیں رکھ سکتا اگر ایسا کرے اور مرتہن اس گھر میں سکونت اختیار کرے تو وہ اجرت مثل کا ضامن ہو گا۔

اگر متولئی وقف نے وقف کی رقم اپنے لئے خرچ کر لی اور پھر اپنی رقم وقف کے مقاصد کے لئے صرف کی تو جائز ہے۔(۱۲۲)

متولی وقف اپنی ضروریات کے لئے حسب ضرورت وقف آمدنی میں سے خرچہ لے سکتا ہے اگر وقف کنندہ نے متولی وقف کے لئے خرچہ لینا طے کیا ہو جیسے حضرت عمرؓ نے کیا تھا یا نہ کیا ہو جیسے حضرت علیؓ نے کیا تھا دونوں صورتوں میں متولی اپنی ضرورت کے مطابق خرچہ لے سکتا ہے۔(۱۲۳)

اگر مال موقوف ایسا ہے کہ بعینہ اس سے انتفاع کیا جاتا ہے مثلاً مکان ہے کہ موقوف علیہم اس میں سکونت رکھتے ہیں تو اس کی مرمت ضروری ہے تاکہ اس کو قابل استعمال حالت میں رکھا جاسکے اس لئے متولی اس مکان کو کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی سے اس کی مرمت وغیرہ کرا سکتا ہے البتہ مرمت کے بعد پھر سے وہ مکان حقداروں کے حوالے کردیا جائے گا تاکہ وہ اس میں سکونت اختیار کرسکیں۔(۱۲۴)

اس صورت میں قاعدہ فقہیہ " الغرم بالغنم " پر عمل کیا جائے گا۔

مالکی مسلک۔

اگر زرعی اراضی کسی معین شخص یا گروہ پر وقف کی گئی ہو تو اس کا متولی اس زرعی اراضی کو ایک سال یا دو سال کے لئے کرائے پر دے سکتا ہے اور اگر کسی معین شخص یا گروہ پر وقف نہ ہو تو چار سال تک کے لئے کرائے پر دے سکتا ہے۔

غیر آباد اراضی کی آبادکاری کے لئے چالیس سال تک کرائے پر دیا جاسکتا ہے یہ سب اس حالت میں ہے جب موقوف علیہ وقف کا متولی ہو اگر متولی کوئی اور ہو تو وہ مذکورہ بالا مدتوں میں اضافہ بھی کرسکتا ہے۔(۱۲۵)

شافعی مسلک۔

متولی وقف کنندہ کا قائم مقام ہوتا ہے اگر وقف کنندہ نے شرائط وقف میں متولی کی اجرت کا ذکر کیا ہو تو اس کو اجرت لینے کا اختیار ہوگا ورنہ تو نہیں ہوگا اور اگر پھر بھی متولی اجرت لینا چاہے تو اس کو عدالت سے رجوع کرنا ہوگا۔

متولی کے اختیارات میں ہے کہ وقف کی تعمیر کرے اس کو کرائے پر دے منافع حاصل کرے اور انہیں تقسیم کرے۔(۱۲۶)

حنبلی مسلک۔

متولی مال وقف کو ضائع ہونے سے بچاتے ہوئے بہتر مقاصد کے لئے خرچ کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت شیبہ بن عثمان متولی کعبہ نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ کعبہ شریف کے غلاف بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں تو کیا ہم کنویں کھود کر ان کو ان میں دفن نہ کر دیں؟ تو ام المومنینؓ نے جواب دیا کہ انہیں بیچ کر ان کی قیمت مساکین پر اور دوسرے امور خیر میں خرچ کریں اس کے بعد حضرت شیبہ کعبہ کے غلاف یمن بھیجا کرتے جہاں انہیں فروخت کر دیا جاتا اور ان کی آمدنی مساکین پر خرچ کی جاتی تھی۔ (۱۲۷)

متولی کی معزولی

حنفی مسلک۔

اگر وقف کنندہ نے خود کو متولی بنایا اور اس کو وقف کے لئے شرط رکھا مگر وہ وقف کے معاملے میں غیر امانت دار ثابت ہوا تو قاضی اس کو معزول کر سکتا ہے تاکہ فقراء کے حقوق کا تحفظ کیا جائے جیسا کہ وہ نابالغوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے ان کے مال پر مقرر کردہ وصی کو معزول کر سکتا ہے۔

اگر وقف کنندہ نے یہ شرط رکھی ہو کہ سربراہ مملکت یا عدالت اس کو ولایت سے معزول نہیں کر سکیں گے تو بھی عدم امانت کی وجہ سے اس کو معزول کر دیا جائے گا کیونکہ یہ شرط احکام شرع کے خلاف ہے لہذا یہ شرط باطل قرار دی جائے گی۔ (۱۲۸)

اگر متولی وقف کنندہ کی زندگی میں فوت ہو جائے تو وقف کنندہ اپنی مرضی سے نیا متولی مقرر کرے گا۔ (۱۲۹)

اگر متولی وقف اپنا عقل کھو بیٹھے اور مجنون ہو جائے تو بھی اس کو معزول کیا جائے گا۔ (۱۳۰)

شافعی مسلک۔

وقف کنندہ کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ متولی کو معزول کر دے اور کسی دوسرے شخص کو متولی بنا دے۔ اگر وقف کرتے وقت وقف کنندہ نے کسی کے متولی ہونے کی شرط رکھی ہو اور وہ اسی شرط کی بناء پر متولی ہو تو پھر اس کو معزول نہیں کیا جا سکتا۔

وقف کنندہ نے طے کیا کہ جب وقف عمرو سے فقراء کی طرف منتقل ہو جائے گا تو اس وقت زید اس کا متولی ہو گا اور زید نے اس سے پہلے کہ وقف عمرو سے فقراء کی طرف منتقل ہو خود کو معزول کر دیا تو اس کا معزول ہونا صحیح نہ ہو گا اس لئے کہ تا حال تو وہ متولی بنا ہی نہیں تھا اور نہ ہی وقف کنندہ زید کو اس حال میں اور نہ ہی اس کے بعد معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ (۱۳۱)

حنبلی مسلک۔

اگر ایسا شخص متولی بنایا گیا ہو جو موقوف علیہ نہ ہو نہ ہی موقوف علیہ (افراد) میں سے ہو تو اگر وہ امانت دار ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تو دو صورتیں ہیں اگر حاکم وقت نے اس کو متولی بنایا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر وقف کنندہ نے اس کو متولی بنایا ہو اور وہ فاسق ہو یا امانت دار شخص ہو مگر بعد میں فاسق ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ ایک اور امانت دار شخص کو شامل کیا جائے گا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اگر متولی فاسق ہو جائے تو اس کو معزول کر دیا جائے اس لئے کہ متولی کی ولایت کو باقی رکھنے کے مقابلے میں مال وقف کی حفاظت زیادہ اہم ہے۔

***

باب دہم

ابدال واستبدال

وقف کے معاملے میں ”ابدال“ سے یہ مراد ہوتا ہے کہ اصل مال موقوف (عین) کو فروخت کر کے اس سے دوسرا مال خریدا جائے تاکہ دوسرا یعنی خرید کردہ مال وقف ہو جائے اور استبدال سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ایک مال موقوف کی جگہ کوئی دوسرا مال لے لیا جائے۔

اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین کے مختلف نظریات ومباحث مندرجہ ذیل ہیں۔

حنفی مسلک۔

اصولی طور پر حنفی مسلک ابدال اور استبدال کے جواز کا فیصلہ دیتا ہے چاہے یہ ابدال و استبدال حاکم وقت کی طرف سے ہو خود وقف کنندہ کی جانب سے ہو یا کسی اور بااختیار شخص یا ادارے (Competent Authority) کے ذریعہ ہو اور چاہے مال وقف جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو۔

ڈاکٹر محمد عبید عبداللہ الکبیسی کا کہنا ہے کہ اس کی تین صورتیں ممکن ہیں:

(۱) یہ کہ خود وقف کنندہ نے شرائط وقف میں ابدال واستبدال کو جائز رکھا ہو۔

(۲) یہ کہ وقف کنندہ نے اس کی اجازت نہ دی ہو اس بارے میں خاموشی اختیار کی ہو یا اس سے منع کیا ہو اور وقف کلیۃ تعطل کا شکار ہو۔

(۳) وقف کنندہ نے اس کی شرط نہ رکھی ہو مگر پہلے سے بہتر حالت میں تبدیل کی ہو۔

امام ابن عابدین شامیؒ استبدال کی تین وجوہ بیان کرتے ہیں: (۱۳۲)

(۱) یہ کہ وقف کنندہ شرائط وقف میں اس کو اپنے لئے یا کسی غیر کے لئے جائز رکھے

(۲) یہ کہ شرائط وقف میں اس کو ممنوع قرار دے یا اس کے بارے میں سکوت اختیار کرے اور صورتحال یہ ہو کہ اس سے واقعتہً کوئی فائدہ نہ ہوتا ہو۔

(۳) یہ کہ وقف کنندہ اپنی شرائط میں اس کی گنجائش نہ رکھے مگر اس سے عمومی طور پر نفع ہو تا ہو اور تبدیل کرنا بہتر مفاد میں ہو۔

پہلی صورت کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ وقف بھی صحیح ہے اور شرط بھی صحیح ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی کی رائے ہے کہ اس صورت میں وقف تو صحیح ہے مگر تبدیل کی شرط صحیح نہیں ہے۔(۱۳۳)

اور بعض احناف کا یہ بھی قول ہے کہ اگر وقف میں تبدیلی کی گنجائش رکھی گئی تو ایسا وقف بھی صحیح نہ ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنے لئے اصل وقف میں کسی تبدیلی کو جائز رکھے تو بالاجماع ایسا وقف بھی صحیح ہے اور تبدیلی کی گنجائش رکھنا بھی صحیح ہے۔

ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ وقف کنندہ اپنے لئے یا اپنے سے علاوہ کسی اور کے لئے تبدیلی کو جائز رکھے یا اپنے لئے اور اپنے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہ رکھے دونوں صورتوں میں تبدیلیجائز ہوگی(۱۳۴)۔

ابن نجیم کہتے ہیں کہ اگر وقف کنندہ اپنے لئے تبدیلی کو روا رکھے تو اس کے جواز پر اجماع ہے اس لئے کہ تبدیلی کی شرط نہ تو لزوم وقف کے منافی ہے اور نہ ہی اس کے قائم ہونے کے خلاف ہے۔

اگر وقف کنندہ نے شرائط وقف میں ابدال واستبدال کے بارے میں کچھ بیان نہ کیا ہو تو جمہور احناف کے نزدیک استبدال جائز ہے اگر اس میں مصلحت ہو اور عدالت کی اجازت ہو۔اگر جائیداد موقوفہ بیچ کر نئی جائیداد خرید کر کے وقف کر دینے میں نفع ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔(۱۳۵)بشرطیکہ اصل وقف جائیداد سے کوئی نفع لینا باقی نہ رہا ہو۔

اگر جائیداد موقوفہ کارآمد ہو تو محض زیادہ نفع کی خاطر تبدیلی کرنا اکثر فقہائے احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔(۱۳۶)

امام ابن ھمام لکھتے ہیں کہ اگر وقف مشترکہ جائیداد ہو اور دوسرے حصہ داران تقسیم کا مطالبہ کریں تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں مال وقف کی بیع جائز ہے۔(۱۳۷)

امام خصاف نے لکھا ہے کہ خالد بن ابی بکرؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ کے وقف کردہ غلام کو بیچ کر اس کی جگہ دوسرا غلام خریدتے تھے اس لئے کہ ان کی نظر میں ایسا کرنا بہتر تھا۔(۱۳۸)

اسی طرح عبدالرحمٰن بن ابان بن عثمانؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے وقف کردہ غلام میں جب خیر یعنی مقصد براری نہ رہی تو انہوں نے اس کو بیچ دیا اور اس کے بدلے دوسرا غلام خرید کر لیا۔

اور ایک غلام نے جب کسی شخص کے خلاف ارتکاب جرم کیا تو انہوں نے وہ غلام اس جنایت یعنی جرم کے تاوان میں دیدیا اس لئے کہ اس غلام کی بازاری قیمت اس تاوان سے کم تھی۔(۱۳۹)

حضرت علی بن حسینؓ کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کا وقف کردہ غلام بیچ کر دوسرا خرید لیا۔(۱۴۰)

اگر وقف کنندہ نے وقف نامہ تحریر کرتے وقت لکھ دیا "لا تباع ولا توھب ولا تملک" یعنی وقف جائیداد بیچی نہ جائے گی نہ ھبہ کی جائے گی نہ ہی کسی کی ملکیت میں دی جائے گی اور تحریر کے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ فلاں بن فلاں کو اس کے بیچنے کا اختیار حاصل ہوگا اور اس کی قیمت کے ذریعے استبدال کا حق حاصل ہوگا تو وہ شخص اس وقف جائیداد کو بیچ کر اس کے استبدال کا حقدار ہوگا کیونکہ بعد کا لکھا ہوا پہلے کے لئے ناسخ ہے۔(۱۴۱)

مالکی مسلک۔

وقف جائیداد کی تبدیلی کے معاملے میں مالکی فقہا نے جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں فرق کیا ہے اور منقولہ جائیداد میں تبدیلی کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ مصلحت اس کا تقاضا کرتی ہو۔(۱۴۲)

بعض مالکی فقہا نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اگر مال موقوف کو باقی رکھنے میں خرچہ آتا ہو اور خرچہ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو اس مال موقوف کو بیچ کر نیا ایسا مال خرید لینا جائز ہے جس پر خرچہ نہ آتا ہو۔(۱۴۳)

جائیداد منقولہ موقوفہ میں تبدیلی کے لئے بھی مالکی فقہا نے یہ شرط رکھی ہے کہ اس سے انتفاع متعذر ہوگیا ہو ورنہ تو اس کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی اہم ضرورت لاحق ہو جائے مثلاً مسجد کی توسیع لازم ہو جائے یا قبرستان کی توسیع

ضروری ہو جائے یا عام راستہ بنانا (سڑک) ناگزیر ہو جائے تو جائیداد غیر منقولہ موقوفہ کو بیچا جاسکتا ہے۔(۱۴۴)

اگر جائیداد غیر منقولہ کا نفع منقطع ہو گیا ہو مگر یہ امید باقی ہو کہ پھر سے منفعت دینے کے لائق ہو جائیگی تو مالکی فقہا کا اتفاق ہے کہ اس جائیداد کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

اگر جائیداد غیر منقولہ موقوفہ کی منفعت منقطع ہو گئی ہو اور یہ امید نہ ہو کہ اسکی منفعت بحال ہو جائے گی بلکہ یہ خطرہ ہو کہ اگر اس جائیداد کو باقی رہنے دیا گیا تو نقصان ہو گا اور جائیداد خراب ہو گی مالکی مسلک میں دو نظریے ہیں پہلا یہ ہے کہ ایسی صورت میں بھی اس جائیداد کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور یہ نظریہ امام مالکؒ کے قول پر مبنی ہے۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اگر جائیداد شہر میں ہے تو اسکی فروخت یا ابدال جائز نہیں ہے اور اگر یہ جائیداد شہر سے باہر واقع ہو تو جمہور مالکیہ پھر بھی اسکی فروخت یا ابدال کو جائز نہیں کہتے البتہ بعض فقہا مثلاً ابن القاسم، ابو الفرج اور ربیعہ وغیرہ اسکے جواز کے قائل ہیں اور اپنے ثبوت میں امام مالکؒ کا قول پیش کرتے ہیں۔(۱۴۵)

شافعی مسلک۔

مال وقف میں ابدال یا استبدال کے معاملے میں شافعی فقہا کلیتہً عدم جواز کے قائل ہیں سوائے ایسی صورت کے کہ مال وقف خراب ہو کہ وہ کام دینے کے قابل نہ رہے جس کے لئے اس کو وقف کیا گیا تھا یعنی وقف کے اصلی مقاصد پورے کرنے کی صلاحیت نہ رہے تو ابدال واستبدال کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ مثلاً مسجد کی چھت کا شہتیر ٹوٹ جائے اور کسی بھی طرح سے چھت کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہے تو اس میں ابدال یا استبدال جائز ہو سکتا ہے۔ ورنہ تو کہا جاتا ہے "لا یباع موقوف وان خرب"(۱۴۶)

شوافع اپنے مسلک کی تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں :

"لا یباع اصلها ولا تبتاع ولا توهب و تورث"

یعنی اصل مال وقف کی نہ تو خرید و فروخت ہو سکتی ہے اور نہ ہی وراثتی انتقال ہو سکتا ہے۔(۱۴۷)

حنبلی مسلک۔

حنبلی فقہامال وقف کے ابدال یا استبدال کے معاملے میں جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کا فرق روا نہیں رکھتے۔

اگر مال وقف اپنے اصل مقاصد کی تکمیل میں ناکام رہے تو اصل مقاصد حاصل کرنے کے لئے اس میں ابدال یا استبدال جائز ہے۔ مثلاً جہاد کے لئے وقف کیا گیا گھوڑا کسی بھی وجہ سے جہاد میں کام دینے کے قابل نہ رہے تو جائز ہے کہ ابدال یا استبدال کے ذریعے نیا گھوڑا حاصل کر لیا جائے تاکہ وقف کا اصل مقصد پورا ہو سکے۔(۱۴۸)

حنبلی فقہامال وقف میں ابدال یا استبدال کے لئے ضرورت اور مصلحت کو شرط جواز قرار دیتے ہیں کیونکہ اصولاً تو اصل مال وقف کو بیچنا جائز نہیں ہے

❋❋❋

باب یازدھم

اسلام اور غیر مسلم اوقاف

سب سے پہلے تو قرآن مجید میں خدائے بزرگ وبرتر کا واضح حکم ہے کہ ”ولا یجرمنکم شنان قومه علی ان تعدلوا اعدلو هو اقرب للتقوی ان الله خبیر“ بما تعملون“

ارشاد خداوندی ہے:

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع و صلوٰت ومسجد یذکر فیها اسم الله کثیراً“

اس مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ:

”تفمنت هذه الایته المنع من هدم کنائس اهل الذمته وبیعهم و بیوت نیرانهم“

مزید لکھتے ہیں کہ:

ولا ینبغی للمسلمین ان یدخلو ها ولا یصلو افیها“(۱۴۹)

ترجمہ: مسلمانوں کے لئے اس میں داخل ہونا اور نماز پڑھنا جائز نہیں۔

امام طحاویؒ شرح معانی الآثار کتاب السیر میں بیان کرتے ہیں کہ: وقد نهی رسول اللهؐ عن قتل اصحاب الصوامع حدثنا ابن مرزوق قال ثنا بشربن عمر قال اخبرنا ابراهیم بن اسماعیل بن ابی حبیبته الا شهلی عن داؤد بن حصین عن عکرمته عن ابن عباس ان رسول اللهﷺ کان اذا بعث جیو شه قال لا تقتلو اصحاب الصوامع“(۱۵۰)

ترجمہ :رسول اللہ ﷺ نے گرجا کے لوگوں کے قتل سے منع فرمایاابن مرزوق نے ہمیں بتایا کہ انہیں بشر بن عمر نے بتایا کہ ابراھیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ الاشہلی نے داؤد بن حصین سے اور نہوں نے عکرمہ سے جنہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنا لشکر روانہ فرماتے تو ہدایت کرتے کہ عبادت گاہوں میں رہنے والے لوگوں کو قتل نہ کرنا۔

مسلمان امن وسلامتی کا اہب اسلام لے کر ساری دنیا میں پھیلتے گئے خدا کی زمین پر غلبہ اور حکمرانی حاصل ہوئی مگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واضح فرامین کے مطابق دیگر مذاہب کی عبات گاہوں کا احترام کیا۔

نہ صرف یہ کہ ان غیر مسلم عبادت گاہوں کو قائم رہنے دیا بلکہ ان کی تعمیر وترقی کے لئے مالی اعانت بھی کی برصغیر ھندوپاک میں مسلمان حکمرانوں نے مندروں اور دوسری غیر مسلم عبادت گاہوں کے لئے باقاعدہ مالی امداد مقرر کی مثلاً بھدرا چلم کے مقام پر دیول (مندر) قائم ہے۔ یہاں بھدرا نامی سادھو رہتا تھا جب رام چندر جی اپنی سیتا کی تلاش میں نکلے تو یہاں اس سادھو سے ملاقات کی تھی پھر ابو الحسن تاناشاہ کے عہد حکومت میں رام داس نامی ایک عہدہ دار مال نے یہاں پر ایک مندر تعمیر کر دیا اور نواب نظام علی کے دور حکمرانی میں اس دیول کے لئے تقریباً بیس ہزار کی معاش عطا کی گئی جو سرکاری خزانے سے باقاعدہ دی جاتی رہی۔ (۱۵۱)

اسی طرح پٹن کی مشہور یاترا "دیول اکناتھ" کے اخراجات کیلئے سرکار عالی کی طرف سے جاگیر عطا کی گئی جسکی قیمت اس زمانے کے اعتبار کے مبلغ چوبیس ہزار آٹھ سو پینسٹھ روپے تھی۔

علاقہ ناندیڑ میں "گردوارۂ سکھاں" کیلئے دی گئی جاگیر سے بائیس ہزار روپے سالانہ حاصل ہوتے ہیں اور نقار خانے کے لئے سرکاری خزانے سے پچاس روپے ماہانہ مقرر کئے گئے۔ اور گردوارۂ سکھاں کی آمدنی تمام محصولات سے مستثنیٰ کی گئی۔

حیدرآباد کے رومن کیتھولک فرقے کا گرجہ سینٹ جوزف کا "کنیسہ اسقف" ہے اس کو حیدرآباد کی حکومت سرکاری خزانے سے چھ ہزار روپے سالانہ کی امداد دیتی تھی۔ اور پروٹسٹنٹ فرقے کا گرجہ ہے جو "گرجہ سینٹ جارج" کے نام سے موسوم ہے اسکو سرکار عالی کی طرف سے چار سو پچیس روپے ماہوار امداد ملتی تھی۔ (۱۵۲)

سکندر آباد میں پارسیوں کے دو آتشکدے ہیں ایک قدیم کہلاتا ہے اور دوسرا جدید۔ ان میں سے قدیم آتشکدے کو پچاس روپے ماہانہ گرانٹ دی جاتی تھی اور جدید کو ایک سو ساٹھ روپے ماہانہ امداد ملتی تھی۔

ایک تیسرا آتشکدہ بھی حیدر آباد میں تھا جس کو ماہانہ تیس روپے گرانٹ ملا کرتی تھی۔

ان کے علاوہ بابا بالک داس نے "دیول رام چندر جی" تعمیر کیا تھا اس کے اخراجات کے لئے نواب ناصر الدولہ آصف جاہ رابع نے جاگیر عطا فرمائی تھی جس کی آمدنی چھ ہزار روپے تھی۔

بہ مقام تلجاپور ضلع عثمان آباد میں "دیول تلجاپور" ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں سے رام چندر جی کو "لنکا" کی راہ معلوم ہوئی تھی۔ اس دیول کی دیکھ بھال اور اس کے جملہ انتظامات حیدر آباد کی حکومت سرکار عالی کے زیر نگرانی انجام پاتے ہیں۔ بلدیہ حیدر آباد میں ایک باغ کے اندر "دیول کشن باغ" واقع ہے۔ اس کے مصارف کیلئے بھی جاگیر وقف کی گئی جس کی سالانہ آمدنی اٹھارہ ہزار روپے تھی۔ (۱۵۳)

بہ مقام آصف نگر بلدہ حیدر آباد میں "دیول سیتارام باغ" واقع ہے اس کے اخراجات کے لئے پچاس ہزار روپے سالانہ آمدنی والی جاگیر عطا کی گئی۔

محلہ کلثوم پورہ میں "دیول جھام سنگھ" تعمیر کیا گیا ہے جو جھام سنگھ نے ۱۲۲۰ھ اور ۱۲۳۳ھ کے درمیانی عرصے میں تعمیر کر دیا تھا۔ حیدر آباد کے مسلمان حکمران سکندر جاہ نظام الملک آصف جاہ ثالث کے عہد میں اس دیول کو جاگیر دی گئی جس کی آمدنی آٹھ ہزار چار سو آٹھ روپے ہوتی تھی۔

حیدر آباد میں واقع مٹھ بابا کھیم داس کے نام گیارہ ہزار پانچ سو اکیس روپے کی معاش مقرر کی گئی۔

موضع ماہور تعلقہ کنوٹ ضلع عادل آباد میں ایک پہاڑی پر واقع "دیول سکھر" کے لئے پہلے مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ نے جاگیر عطا فرمائی اور بعد میں سلاطین آصفیہ نے بھی جاگیر میں اضافہ فرمایا۔ (۱۵۴)

المدرسته العبیدینه

اس مدرسے کے بانیان چار بھائی تھے جو "عبید اخوان" کہلاتے تھے ان کا باپ محمد علی پاشا کے عہد میں بعلبک سے نقل مکانی کر کے مصر میں آباد ہوا اور یہ چاروں بھائی قاہرہ میں پیدا ہوئے ان کے نام مندرجہ ذیل تھے :

الیاس، جر جس، حنانیا اور روفائیل۔ ان چاروں نے جوانیہ کے مقام پر لڑکوں کیلئے مدرسہ قائم کرنے کا عزم کیا مگر ان میں سے دو یعنی الیاس اور جر جس فوت ہو گئے۔ حنانیا اور روفائیل نے مدرسہ کی بنیاد رکھی اس کے لئے جوانیہ میں 10,000,00 جنیہ سے زائد رقم خرچ کر کے ایک شاندار عمارت قائم کی گئی۔

اس مدرسے کے لئے باقاعدہ قانون مرتب کیا گیا جس کے آغاز پر لکھا گیا: "بسم الاب والابن والروح القدس اللّٰہ واحد" اس قانون میں طے کیا گیا کہ ہم نے اپنے مصارف سے یہ مدرسہ لڑکوں کی تعلیم کے لئے بنایا ہے جس میں ہر جنس اور مذہب کے بچے تعلیم پا سکیں گے اور ہم نے اس کا نام "المدرستہ العبیدیہ" رکھا ہے۔

اس قانون کے دفعہ نمبر ا میں لکھا گیا:

ہم نے مدرسہ مذکورہ کو اپنے مال میں سے اپنی رضا اور رغبت سے وقف کیا ہے یہ وقف مخلّد اور ابدی ہے نہ تو اس کی بیع ہو گی نہ ہی رہن رکھا جائے گا نہ ہی انتقال وراثت ہو گا اور نہ ہی اس کے نظم و نسق میں کوئی تغیر و تبدل کیا جائے گا۔

ہمارے وقف کردہ اموال تین حصوں پر مشتمل ہوں گے۔

ایک حصہ مصر میں روس کے کونسلر جنرل کے سپرد ہو گا۔ دوسرا حصہ مدرسہ کے دستاویزات میں محفوظ ہو گا اور تیسرا حصہ ہمارے قبضے میں رہے گا جس میں سے مدرسے کی عمارت، معلمین کی تنخواہوں اور طلباء کی تعلیم و تربیت پر اخراجات کئے جائیں گے۔

اس دستور کے دفعہ نمبر ۲ میں لکھا گیا کہ:

یہ مدرسہ ملت ارتھوڈکسیہ کی نرینہ اولاد کے لئے بنایا گیا ہے اور اس میں ہر جنس و ملت کے لڑکے قبول کئے جائیں گے۔

دفعہ نمبر ۳ میں درج کیا گیا کہ:

اس مدرسے کے قیام سے ہمارا اولین مقصد یونانی عربی اور فرانسیسی زبانوں کی تعلیم ہے۔

دفعہ نمبر ۴ کہتا ہے کہ:

زمانہ مستقبل میں کسی فساد سے بچنے کے لئے ہم نے ایک دائمی انتظامی مجلس بنادی ہے جو نووکلاء پر مشتمل ہے ان میں سے ایک اس مجلس کا رئیس ہے۔

دفعہ نمبر ۵ ظاہر کرتا ہے کہ :

طور سینا کے رئیس کاھن السید کیرللس کو رئیس المجلس نامزد کیا گیا ہے اور باقی ممبران مندرجہ زیل قرار پائے :

۱)شماسہ قدسہ کے رئیس الشماس جرمانوس

۲)دو وقف کنندہ بھائیوں میں سے کوئی ایک

۳)خواجہ جرجس عرقجی

۴)فراجہ جورجی کوکیلانی

۵)باسیلی ابن یوسف فخر

۶)خواجہ انسطاسی انھوفی

۷)خواجہ اسطفان کوکا

۸)خواجہ دمتری سرکیس۔

دفعہ نمبر ۶ میں طے پایا گیا کہ :

طور سینا کے راھبوں کا رئیس ہمیشہ کے لئے مجلس وکلاء کا رئیس ہوگا اس کی وفات کے بعد جو بھی اس کی جگہ طور سینا کے راھبوں کا رئیس بنے گا وہ اس مدرسے کی مجلس وکلاء کا بھی رئیس ہوگا۔

دفعہ نمبر ۷ میں لکھا گیا ہے کہ :

جوانیہ کے گرجا کاترینا میں متعین راھبوں میں سے کوئی ایک مجلس مذکور کا تاحیات ممبر ہوگا جس کو رئیس مجلس دیگر ممبران کے مشورے اور رضامندی سے منتخب کرے گا۔

دفعہ نمبر ۸ بیان کرتا ہے کہ :

ہم وقف کنندہ دونوں بھائیوں میں سے کوئی ایک اس مجلس کا ممبر ہوگا اور ہمارے بعد اگر ہماری وصیت میں شخص معین نہ کیا گیا تو ہمارے خاندان میں سے عمر میں سب سے بڑا اور رشتے میں زیادہ قریب شخص ہماری جگہ ممبر ہوگا اور ہمیشہ اس طریق پر عمل کیا جائے گا۔

دفعہ نمبر ۹ میں وضاحت کی گئی کہ :

ہماری جگہ ممبر بننے والا شخص رئیس مجلس کا نائب ہوگا اور اگر کبھی ایسا نہ ہو سکے تو مجلس کے ممبران اپنے میں سے کسی کو نائب رئیس منتخب کریں گے مگر اس معاملے میں اس کو حق توریث حاصل نہ ہوگا۔

دفعہ نمبر ۱۰ میں ہے کہ :

اگر ہماری وفات کے بعد ممبران میں سے کوئی ایک مکمل طور پر غیر حاضر ہو جائے یا وفات پا جائے گا تو باقی ممبران پر لازم ہوگا کہ ایک ماہ کے اندر جمع ہو کر نیا ممبر منتخب کریں جو پہلے ممبر کے گروہ میں سے ہو۔

دفعہ نمبر ۱۱ میں ممبر کے غیر حاضر ہونے کی توضیح کی گئی ہے کہ :

کوئی ممبر تین ماہ سے زائد مدت تک غیر حاضر نہ ہوگا اگر ایسا ہو تو باقی ممبران کو اس کی جگہ نیا ممبر منتخب کرنے کا حق ہوگا۔

دفعہ نمبر ۱۲ بتلاتا ہے کہ :

رئیس مجلس اور مجلس وکلا کے کوئی سے دو ممبر مدرسہ کے اندرونی معاملات کا نظم و نسق چلائیں گے طلباء کی تعلیم اور درس و تدریس کا ضابطہ عمل جاری کریں گے باقی چھ ممبران مدرسے کے خارجی معاملات سنبھالیں گے اور مال و مادی معاملات کے ذمہ دار ہوں گے مجلس کے طرف سے لکھے گئے چیک پر نصف سے زائد ممبران کے دستخط ضروری ہوں گے۔

دفعہ نمبر ۱۴ سالانہ اجلاس کے بارے میں بتلاتا ہے کہ :

ہر سال کے شروع میں سارے معاملات کے ذمہ داری چھ ممبران کے لئے واجب ہوگا کہ سال بھر کے لازمی مصارف کا تخمینہ اور آمدنی کا گوشوارہ بنا کر تمام ممبران کو پیش کریں تاکہ وہ اس پر غور کریں۔

دفعہ نمبر ۱۵ میں ہے کہ :

ہم دونوں بھائیوں میں سے کوئی ایک اپنی زندگی تک مدرسے کا "مدیر عام" ہوگا اور خزانے کا "امین" ہوگا اور سالانہ طے شدہ بجٹ کے تحت خرچہ کرے گا اور ہم بھائیوں کی وفات کے بعد چھ ممبران ایک ساتھ یہی ذمہ داری ادا کریں گے ہمارا خلیفہ اس معاملے میں ہماری طرح ذمہ دار نہ ہوگا۔

البتہ خزانے کا امین ہماری وفات کے بعد ممبران خود اپنے میں سے کسی کو منتخب کریں گے۔

دفعہ نمبر ۱۶ بیان کرتا ہے کہ :

سالانہ بجٹ پر رئیس مجلس اور خزانے کا امین دستخط کریں گے اور اس کو دو زبانوں یونانی اور عربی میں شائع کیا جائے گا اور اصل کاپی روسی کونسلر کے دفتر میں رکھی جائے گی۔

دفعہ نمبر ۱۸ وضاحت کرتا ہے کہ :

طلباء کو اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ یا کسی اور ملک میں بھیجنے کے لئے علیحدہ فنڈ قائم کیا جائے گا اور علیحدہ دستور بنایا جائے گا۔

اس سلسلے میں طلباء اور ان کے والدین یا گھر کے سربراہ سے ضمانت لی جائے گی اور بانڈز (صکوک) بھرائے جائیں گے کہ وہ طالبعلم اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ عبیدیہ میں ایک مقرر مدت تک مناسب اجرت پر لازمی خدمات سرانجام دے گا۔

دفعہ نمبر ۱۹ میں لکھا گیا ہے کہ :

کسی ایک ممبر کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ ہر روز مدرسے کا دورہ کرے اور حالات سے آگاہی حاصل کرے۔

دفعہ نمبر ۲۳ میں آخر ھدایات دی گئی ہیں کہ :

اس مدرسے کے لئے جو شخص چاہے اپنا مال وقف کرے نقدی کی شکل یا اور کسی مال کی شکل میں۔

آخر میں تاریخ اجرا درج کی گئی ہے۔

۱۰ ماہ ازار ۱۸۶۱ء

مورخہ 4/6 1/2ك ۲ ۱۸۶۱ء کو اس وقف سے متعلق مصر میں تعینات روسی کونسلر جنرل کو ایک مراسلہ بھیجا گیا جس کا جواب روفائیل عبید کی جانب مورخہ 6/8 1/2ك ۲ ۱۸۶۳ء کو موصول ہوا اس جواب میں روسی کونسلر جنرل نے اس وقف اور اس کے دستور کو تسلیم کرنے کا اظہار کیا۔

دو بھائیوں میں سے ایک حنافیا تو روسی کونسلر کے جواب قبولیت سے قبل ہی وفات پا گیا اور دوسرا بھائی روفائیل اچانک ۱۸۲۶ء میں دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور آل عبید کا کوئی وارث نہ بچا سوائے الیاس کی بیٹی کاترینا کے۔

بعض دوسرے ممبران بھی مصر میں موجود نہ تھے تو رئیں مجلس نے حبیب لطف اللہ باشا کو مجلس کا ممبر بننے کی درخواست کی اس سے قبل ور فائیل عبید نے بھی ان سے ممبر شپ اختیار کرنے کی درخواست کی تھی مگر انہوں نے عدم فرصت کی وجہ سے معذرت کر لی تھی مگر اب اس مدرسے کو مٹنے سے بچانے کے لئے انہوں نے رکنیت قبول کرلی اور ۲۴ سال تک متواتر اس کے ممبر رہے۔

اس مدرسے کی سالانہ اوسط آمدنی ۹ ہزار جنیہ تھی جو مدرسے پر خرچ کی جاتی تھی یہ مدرسہ ۱۸۹۰ تک قائم رہا اس دوران قاہرہ نے بڑی ترقی کر لی یہ شہر شمال اور مغرب کی طرف پھیل گیا خوبصورت عمارات بن گئیں اور سڑکیں کشادہ کر دی گئیں مگر جوانیہ کا شہر اسی طرح تنگ آبادی اور چھوٹی سڑکوں پر مشتمل رہا جو حفظان صحت کی شرائط پر پورا نہ اترتا تھا تو ۱۹۰۴ میں یہ مدرسہ انگریزی کنیسہ کے قریب شارع بولاق میں اس جگہ منتقل کیا گیا جہاں اب موجود ہے اور اس کی اصلی عمارت معذور فقراء کی جائے سکونت بنادی گئی۔ تاریخ سیناوالعرب کا مولف نعوم بک مشقیر لکھتا ہے کہ میں نے ۱۹۱۴ میں اس مدرسے کی اصلی عمارت کا ملاحظہ کیا جو دو منزلہ شاندار عمارت تھی لیکن اس کے ارد گرد بہت سارے مکانات بن گئے تھے اور اس تک لے جانے والی سڑکیں بہت تنگ تھیں۔

اس کی جدید عمارت جس کی پیشانی پر یونانی اور عربی زبان میں "المدرستہ العبیدیۃ" لکھا ہے اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ یہ عمارت سکونتی مقصد کے لئے بنائی گئی تھی تدریسی مقاصد کے لئے نہیں بنائی گئی تھی۔

نعوم بک لکھتا ہے کہ اب (۱۹۰۷) اس مدرسے میں تقریباً ۶۵۰ طلبا زیر تعلیم ہیں جو تقریباً تمام یونانی ہیں اور اس میں ۲۵ اساتذہ ہیں دو انگریزی زبان کے لئے ۳ فرانسیسی اور عربی زبان کے لئے اور باقی ۱۵ یونانی زبان کے لئے ہیں۔

اسکا مہتمم (ناظر) جزیرہ صاقس کا ادیب موسیو قسطندی امندس ہے اسکا منشی کو موسیو جارج قریکوس ہے جو جزیرہ القدیس افتراتیوس کے شرفاء میں سے ہے۔

مدرسے کا تدریسی نظام دو حصوں پر مشتمل ہے۔

۱) ابتدائی (Primary) جو چھ سالہ کورس پر حاوی ہے۔

۲) تجہیزی (Traning) اس میں تجارت کا شعبہ شامل ہے طالبعلم دو سال کی تعلیم کے بعد شعبہ تجارت میں داخل ہوتا ہے اور تین سال اس میں پورے کرتا ہے اس طرح تجہیزی حصہ کا کورس پانچ

سال پر محیط ہے۔

اس مدرسے کی سند جامعہ اثینا کی طرف سے قبول شدہ ہے مگر مصری حکومت نے اس کو منظور نہیں کیا اس لئے کہ مصری وزارت تعلیم کے نظام کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس مدرسے میں ذریعہ تعلیم یونانی زبان ہے۔

نعوم بک کہتا ہے کہ میں نے موجودہ مطران سیناء کو اس طرف توجہ دلائی تو اس نے تاکیداً مجھ سے کہا کہ وہ عنقریب اس مدرسے کی جدید عمارت میں ایک خاص شعبہ قائم کریں گے جو مصری وزارت تعلیم کے نظام کے مطابق ہوگا اور ابنائے عرب کو بھی اس مدرسہ میں حصہ ملے گا اب (۱۹۰۷) جو مجلس موجود ہے اس میں دو ممبر ایسے ہیں جن کا تعلق شام (سیریا) سے ہے ان کے نام یہ ہیں: خورجہ میخائل میدانی اور سکندر بک بھارہ اور باقی ممبران کا تعلق یونان سے ہے اور نائب الرئیس جارج عبید کا بیٹا آفندی عبید ہے۔(۱۵۵)

حوالہ جات

۱۔ ابوزہرہ محاضرات فی الوقف : ۶،۵ دارالفکر العربی قاہرہ ۱۹۷۲ء(حوالہ دکتور شفیق شحانہ، تاریخ القانون : ۳۲،۳۵،۳۷)

۲۔ ابوزہرہ، محاضرات فی الوقف : ۶،۵ دارالفکر العربی قاہرہ ۱۹۷۲ء

۳۔ امام شافعی محمد بن ادریس، کتاب الام= ۳ : ۲۷۵ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ

۴۔ ایضاً

۵۔ ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی ، احکام الوقف، مطبعہ ارشاد بغداد ۱۹۷۷ء

۶۔ ڈاکٹر جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام= ۲ : ۴۱۴ بیروت ۱۹۸۰ء (بحوالہ اللسان (199/1E) العرب فی سوریا قبل الاسلام (۱۱۱))

۷۔ ایضاً (بحوالہ : Enecy Religi, G,P 753)

۸۔ ایضاً(بحوالہ امارکہ (۱/۲۷ ، ۶۸، اللبدان (۲۵۸/۷ ومابعدھا)

۹۔ ڈاکٹر جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام= ۶ : ۴۲۶ بیروت ۱۹۸۰ء

۱۰۔ ابوالقاسم عبدالرحمن السہیلی، الروض الانف= ۱ : ۱۳۰، عبدالتواب اکیڈمی ملتان

۱۱۔ ڈاکٹر محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف : ۲۳، مطبعہ ارشاد ، بغداد ۱۹۷۷ء

۱۲۔ ایضاً : ۲۴

۱۳۔ ایضاً : ۲۵ (بحوالہ مدونۃ جستینان فی الفقہ الرومانی،تعریب عبدالعزیز فہمی ۵۷)

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً : ۲۶

۱۶۔ ایضاً : ۲۷ (بحوالہ الوقف فی الشریعۃ والقانون لزھدی یکن : ۱۸۴الوقف من الناحیۃ الفقھیۃ والتطبیقیۃ ، محمد سلام :۷)

17 William A. Orton,
Encyclopedia of Social Sciences,
V.5,P.531 To 537

18 F. EMERSON AND REWS
International Encyclopedia of Social Science,
V.5,P. 542 To 546.1972

۱۹۔ مصطفیٰ الزرقاء، احکام الاوقاف : ۸، مطبعہ جامعہ سوریہ ۱۹۴۷ء

۲۰۔ مصطفیٰ الزرقاء، احکام الاوقاف : ۸ جامعہ سوریہ ۱۹۴۷ء

۲۱۔ دکتور محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ ۱ : ۹۶ مطبع ارشاد بغداد ۱۹۷۷ء

۲۲۔ ایضاً ۱ : ۹۹

۲۳۔ برھان الدین بن ابی بکر الحنفی، کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف : ۶، مطبعہ ھندیہ مصر ۱۹۰۲

۲۴۔ ابو بکر الخصاف، احکام الاوقاف : ۵، مطبعہ دیوان الاوقاف المصریہ ۱۹۰۴ء

۲۵۔ ایضاً نیز الاستاذ حسن رضا، احکام الاوقاف مطبعہ العفیف الاھلیۃ بغداد ۱۹۳۸ء

۲۶۔ الاستاذ حسن رضا احکام الاوقاف : ۹ مطبعہ العفیف الاھلیۃ بغداد ۱۹۳۸ء

۲۷۔ ابوبکر الخصاف، احکام الاوقاف، مطبعہ دیوان الاوقاف المصریہ، ۱۹۰۴ء

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ برہان الدین ابراھیم الحنفی کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف مطبعہ ھندیہ مصر ۱۹۰۲ء

۳۱۔ امام یحییٰ بن شرف الدین نووی، ریاض الصالحین : ۱۴۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۲۔ مصطفیٰ الزرقاء، احکام الاوقاف = ۱ : ۸ مطبعہ جامعہ سوریہ ۱۹۴۷ء

۳۳۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیہ = ۱ : ۳۷ تا ۳۹ بغداد ۱۹۷۷ء

۳۴۔ انٹرنیشنل انسائیکلو پیڈیا = ۵ : ۵۴۲

۳۵۔ سید امیر علی عین الھدایہ = ۲ : ۲۴۱، قانونی کتب خانہ لاہور

۳۶۔ امام شمس الدین السرخسی المبسوط = ۱۲ : ۲۷، دارالمعرفہ، بیروت ۱۹۷۸ء

۳۷۔ سید امیر علی عین الھدایہ = ۲ : ٦۴۱ قانونی کتب خانہ لاہور
۳۸۔ امام شمس الدین السرخسی المبسوط = ۱۲ : ۲۷، دارالمعرفہ بیروت ۱۹۷۸ء
۳۹۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱ : ٦٦ بغداد ۱۹۷۷ء
۴۰۔ ایضاً
۴۱۔ ایضاً
۴۲۔ ایضاً
۴۳۔ تنویر الابصار = ۳ : ۴۹۴، ۴۹۵
۴۴۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱ : ٦۷ بغداد ۱۹۷۷ء
۴۵۔ ابوزہرہ، محاضرات فی الوقف : ۳۹ دارالفکر العربی، قاہرہ ۱۹۷۲ء
۴٦۔ احمد بن محمد الشرح الصغیر = ۴ : ۹۷، ۹۸ دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء
۴۷۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱ : ۷۸، ۷۹ بغداد ۱۹۷۷ء
۴۸۔ محمد الشربینی الخطیب مغنی المحتاج = ۲ : ۳۷٦، مصر ۱۹۵۸ء
۴۹۔ ابن قدامہ المغنی = ۵ : ۵۴۴، دارالمنار ۱۳٦۷ء
۵۰۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱ : ٦۰
۵۱۔ ایضاً
۵۲۔ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، ۱۲ : ۲۷، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۸ء
۵۳۔ مصطفیٰ الزرقا، احکام الاوقاف : ۱۷، جامعہ سوریہ، ۱۹۴۷ء
۵۴۔ ایضاً
۵۵۔ انٹرنیشنل انسائیکلو پیڈیا = ۵ : ۵۴۲
۵٦۔ احمد بن محمد، الشرح الصغیر = ۴ : ۹۷، دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء
۵۷۔ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج = ۲ : ۳۷۲، مصر ۱۹۵۸ء
۵۸۔ ابن قدامہ، المغنی = ۵ : ۵۴۴، ۵۴۵، دارالمنار ۱۳٦۷ء
۵۹۔ سید امیر علی، عین الھدایہ = ۲ : ٦۴۱، قانونی کتب خانہ لاہور
٦۰۔ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، ۱۱ : ۳۲
٦۱۔ ایضاً

۶۲۔ محمد الشربینی الخطیب ، مغنی المحتاج = ۲ :۳۷۶ ، مصر ۱۹۵۸ء

۶۳۔ امام شمس الدین السرخسی ، المبسوط =۱۲ : ۳۴، ۳۵،دارالمعرفۃ بیروت ۱۹۷۸

۶۴۔ سید امیر علی، عین الھدایہ = ۲ : ۲۵۳ ، قانونی کتب خانہ ، لاہور

۶۵۔ محمد عبید الکبیسی ، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱ :۱۸۴، بغداد ۱۹۷۷ء

۶۶۔ ابن قدامہ ، المغنی = ۵ : ۵۴۷، دارالمنار ۱۳۶۷ء

۶۷۔ امام شمس السرخسی ، المبسوط= ۱۲ : ۳۴ : ۳۵، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۸

۶۸۔ احمد بن الشرح الصغیر = ۴ : ۱۰۲، دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء

۶۹۔ شمس الدین محمد نہایۃ المحتاج= ۵ :۳۶۹، مصر ۱۹۳۸

۷۰۔ کمال الدین محمد ابن ھمام شرح فتح القدیر= ۵ :۵۳، مطبعہ مصطفیٰ محمد ، مصر

۷۱۔ امام شمس الدین السرخسی ، المبسوط= ۲۲ : ۴۱، دارالمعرفۃ ، بیروت ۱۹۷۸

۷۲۔ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج = ۲ :۳۷۷ مصر ۱۹۵۸

۷۳۔ احمد بن محمد ، الشرح الصغیر = ۴ : ۱۲۰ دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء

۷۴۔ ایضاً

۷۵۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ =۱ :۳۷۷، بغداد ۱۹۷۷ء

۷۶۔ ایضاً

۷۷۔ ابن قدامہ ، المغنی =۵ :۵۴۸ : دارالمنار ، ۱۳۶۷ء

۷۸۔ ایضاً

۷۹۔ ایضاً

۸۰۔ سید امیر علی ، عین الھدایۃ=۲ :۲۴۴ :۲۴۵، قانونی کتب خانہ، لاہور

۸۱۔ امام شمس الدین السرخسی ، المبسوط = ۱۲ : ۳۸ : ۳۹، دارالمعرفۃ بیروت۱۹۷۸ء

۸۲۔ ایضاً

۸۳۔ ابن قدامہ ، المغنی = ۵ :۵۸۶، دارالمنار ۱۳۶۷ء

۸۴۔ محمد الشربینی الخطیب ، مغنی المحتاج = ۲ :۳۷۷، مصر ۱۹۵۸

۸۵۔ ایضاً

۸۶۔ محمد عبید الکبیسی ، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱ :۲ :۳ :، بغداد ۱۹۷۷ء

۸۷۔ کمال الدین محمد ابن ہمام، شرح فتح القدیر = ۵ : ۵۶، مطبعہ مصطفیٰ محمد مصر

۸۸۔ ایضاً

۸۹۔ ایضاً

۹۰۔ احمد بن محمد، الشرح الصغیر = ۴ : ۱۱۶، دارالمنارف مصر ۱۹۷۴ء

۹۱۔ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتان = ۲ : ۳۸۰، مصر ۱۹۵۸

۹۲۔ ابن قدامہ، المغنی = ۵ : ۵۷، دارالمنار، ۱۳۲۷ھ

۹۳۔ ایضاً

۹۴۔ کمال الدین محمد ابن ہمام، شرح فتح القدیر = ۵ : ۷۰، مطبعہ مصطفیٰ محمد مصر

۹۵۔ احمد بن محمد، الشرح الصغیر = ۴ : ۱۲۸، دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء

۹۶۔ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج = ۲ : ۳۸۶، مصر ۱۹۵۸

۹۷۔ ایضاً

۹۸۔ ابن قدامہ، المغنی = ۵ : ۵۵۴، دارالمنار ۱۳۶۷ھ

۹۹۔ ایضاً

۱۰۰۔ احمد بن محمد، الشرح الصغیر = ۴ : ۱۱۰، دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء

۱۰۱۔ کمال الدین محمد ابن ہمام الشرح فتح القدیر = ۵ : ۳۸، مطبعہ مصطفیٰ محمد، مصر

۱۰۲۔ احمد بن الشرح الصغیر = ۴ : ۱۰۳، دارالمعارف، مصر ۱۹۷۴ء

۱۰۳۔ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج = ۲ : ۳۸۱، مصر ۱۹۵۸

۱۰۴۔ ابن قدامہ، المغنی = ۵ : ۵۸۹، دارالمنار ۱۳۶۷ھ

۱۰۵۔ کمال الدین محمد ابن ہمام، شرح فتح القدیر = ۵ : ۷۳ مطبعہ مصطفیٰ محمد مصر

۱۰۶۔ ایضاً

۱۰۷۔ برھان الدین ابن ابو بکر، الاسعاف فی احکام الاوقاف، مصر ۱۹۰۲

۱۰۸۔ احمد بن محمد، الشرح الصغیر = ۴ : ۱۰۱، دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء

۱۰۹۔ ایضاً

۱۱۰۔ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج = ۲ : ۳۷۷، مصر ۱۹۵۸

۱۱۱۔ ابن قدامہ، المغنی = ۵ : ۵۸۸، دارالمنار ۱۳۶۷ھ

۱۱۲۔ محمد عبید الکبیسی ، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۲ : ۱۶۲، بغداد ۱۹۷۷ء
۱۱۳۔ ایضاً
۱۱۴۔ کمال الدین محمد ابن ہمام ، شرح فتح القدیر = ۵ : ۴۰، مطبعہ مصطفیٰ محمد ، مصر
۱۱۵۔ ایضاً
۱۱۶۔ احمد بن محمد ، الشرح الصغیر = ۴ : ۱۱۹، دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء
۱۱۷۔ محمد الشربینی الخطیب ، مغنی المحتاج = ۲ : ۳۹۴، مصر ۱۹۵۸ء
۱۱۸۔ ایضاً
۱۱۹۔ ابن قدامہ ، المغنی = ۵ : ۵۷۰، دارالمنار ۱۳۶۷ء
۱۲۰۔ ایضاً
۱۲۱۔ کمال الدین محمد ابن ہمام ، شرح فتح القدیر = ۵ : ۶۸، مطبعہ مصطفیٰ محمد ، مصر
۱۲۲۔ ایضاً
۱۲۳۔ امام شمس الدین السرخسی، المبسوط = ۱۲ : ۳۱، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۸ء
۱۲۴۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱۹۳، بغداد ۱۹۷۷ء
۱۲۵۔ احمد بن محمد ، الشرح الصغیر = ۴ : ۱۳۳، دارالمعارف مصر ۱۹۷۴ء
۱۲۶۔ محمد الشربینی الخطیب ، مغنی المحتاج = ۲ : ۳۹۴، مصر ۱۹۵۸ء
۱۲۷۔ ابن قدامہ ، المغنی = ۵ : ۵۷۹، دارالمنار ۱۳۶۷ء
۱۲۸۔ کمال الدین محمد ابن ہمام ، شرح فتح القدیر = ۵ : ۶۱ ، مطبعہ مصطفیٰ محمد ، مصر
۱۲۹۔ امام شمس الدین السرخسی ، المبسوط = ۱۲ : ۴۴، دارالمعرفۃ،بیروت ۱۹۷۸ء
۱۳۰۔ محمد عبید الکبیسی ، احکام الوقف دی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۱ : ۱۲۰، بغداد ۱۹۷۷ء
۱۳۱۔ محمد الشربینی الخطیب ، مغنی المحتاج = ۲ : ۳۹۵، مصر ۱۹۵۸ء
۱۳۲۔ امام ابن عابدین شامی، اۃالمختار = ۳ : ۴۲۴
۱۳۳۔ کمال الدین محمد ابن ہمام، شرح فتح القدیر = ۵ : ۵۸ مطبعہ مصطفیٰ محمد ، مصر
۱۳۴۔ امام ابن عابدین شامی، اۃالمختار = ۳ : ۳۹۴ ے
۱۳۵۔ محمد عبید الکبیسی ، احکام الوقف دی الشریعۃ الاسلامیۃ = ۲ : ۱۹ بغداد ۱۹۷۷ء
۱۳۶۔ کمال الدین محمد ابن ہمام، شرح فتح القدیر = ۵ : ۵۲ مطبعہ مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۰۴ء

۱۳۷۔ ابو بکر الخصاف، احکام الاوقف: ۱۸ مطبعہ دیوان الاوقاف المصریہ
۱۳۹۔ ایضاً
۱۴۰۔ ایضاً
۱۴۱۔ ایضاً
۱۴۲۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف دی الشریعۃ الاسلامیۃ= ۲: ۱۹۳، بغداد ۱۹۷۷ء
۱۴۳۔ ایضاً
۱۴۴۔ ایضاً
۱۴۵۔ محمد عبید الکبیسی، احکام الوقف دی الشریعۃ الاسلامیۃ= ۲: ۳۶، بغداد ۱۹۷۷ء
۱۴۶۔ ایضاً
۱۴۷۔ ایضاً
۱۴۸۔ ایضاً
۱۴۹۔ امام قرطبی، الجامع لا حکام القرآن =۱۱: ۷۰، دارالکتب، مصر ۱۹۴۱ء
۱۵۰۔ امام ابو جعفر الطحاوی، شرح معانی الآثار= ۲: ۱۲۹ مطبع مجتبائی ۱۹۸۳ء
۱۵۱۔ سر رشتہ معلومات عامہ، حیدرآباد کی مشہور عبادت گاہیں، حیدرآباد ۱۳۵۲
۱۵۲۔ ایضاً
۱۵۳۔ ایضاً
۱۵۴۔ ایضاً
۱۵۵۔ نعوم بک شقیر، تاریخ سینا و العرب، مطبع المعارف مصر ۱۹۱۲ء

کتابیات

- صحیح البخاری : قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۶۱ء
- ابوزہرہ، المحاضرات فی الفقہ، دارالفکر العربی، قاہرہ، ۱۹۷۲ء
- امام شافعی محمد بن ادریس، کتاب الام، مصر، ۱۳۲۱ھ
- ڈاکٹر محمد عبیدالکبیسی، احکام الوقف، مطبعہ ارشاد بغداد، ۱۹۷۷ء
- ڈاکٹر جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب، بیروت، ۱۹۸۰ء
- ابو القاسم عبدالرحمٰن، الروض الانف، مطبوعہ از ملتان
- مصطفیٰ الزرقاء، احکام الاوقاف، جامعہ سوریہ، ۱۹۴۷ء
- برہان الدین بن ابی بکر، کتاب الاسعاف، مطبعہ ہندیہ مصر، ۱۹۰۲ء
- حسن رضا، احکام الاوقاف، مطبوعہ بغداد، ۱۹۳۸ء
- ابوبکر خصاف : احکام الاوقاف، مطبعہ دیوان الاوقاف المصریہ، ۱۹۰۴ء
- امام یحیی بن شرف الدین نووی، ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ کراچی
- سید امیر علی، عین الھدایہ، قانونی کتب خانہ لاہور
- امام شمس الدین سرخسی، المبسوط، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۹۷۸ء
- احمد بن محمد، الشرح الصغیر، دارالمعارف مصر، ۱۹۷۴ء
- محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج، مصر، ۱۹۵۸ء
- ابن قدامہ، المغنی، دارالمنار، ۱۳۶۷ء
- شمس الدین محمد، نہایۃ المحتاج، مصر، ۱۹۳۸ء
- کمال الدین محمد ابن ہمام : شرح فتح القدیر، مطبع مصطفیٰ محمد، مصر
- امام ابن عابدین شامی، ردالمحتار مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ۱۳۸۸ھ

- امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دارالکتب، مصر
- امام ابو جعفر الطحاوی، شرح معانی الآثار، مطبع مجتبائی، ۱۹۸۳ء
- حیدر آباد کی مشہور عبادت گاہیں، حیدر آباد (بھارت)، ۱۳۵۲ھ
- نعوم بک، تاریخ سینا والعرب، مطبع المعارف مصر، ۱۹۱۲ء
- انسائیکلو پیڈیا آف دی سوشل سائنسز، تیرھواں ایڈیشن، ۱۹۵۹ء
- انٹر نیشنل انسائیکلو پیڈیا آف دی سوشل سائنسز، ریپرنٹ ایڈیشن، ۱۹۷۲ء

☆☆☆

اماکن

☆☆☆

رجال

ن

و

ھ

☆☆☆

مطبع : ادارۂ تحقیقات اسلامی پریس ، اسلام آباد